بَرشگالِ نُور

(نور کی برسات)

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

بَرشِگالِ نُور

(نور کی برسات)

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : بَرشِگالِ نُور (نور کی برسات)

﴿کلام ستمبر سنہ ۲۰۲۳ تا دسمبر سنہ ۲۰۲۳﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۳

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ بفضلِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

فلسطین کے معصوم شہریوں اور دنیا بھر کے مظلومین کے نام

قطعہ

اے مرے پیارے مرے محسن خدا
تُو نے ہیں پیدا کئے ارض و سما

اور انساں بھی تو ہے عالم صغیر
یہ بھی ہے اک آئنہ ابصار کا

••••••••

ترتیب

پیش لفظ

از

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

شاعر اور دیگر انسانوں میں سب سے امتیازی جذبہ شدّتِ احساس کا ہے۔ کوئی بھی فن کار جب تک وہ حقیقت کی آگ میں کندن نہ بنا ہو، وہ اپنے فن میں حقیقت کی مرصع کاری نہیں کر سکتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ میں احساس کی یہی شدّت اور حدّت آج کے معاشرے کی ناہمواریوں اور ستم کاریوں کو اشعار کے سانچے میں ڈھالنے پر اُکساتی ہے اور وہ جب کہیں یہ ستم، جور و الم محسوس کرتے ہیں، تڑپ اٹھتے ہیں۔ جیسے آج فلسطین کی صورتِ حالات ہے تو وہ پکار اُٹھتے ہیں:

ظالم کو کُھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے وہ
مظلوموں کی آہوں میں اثر کیوں نہیں آتا
لہو معصوم بچوں کا بھی بہتے دیکھ کر ظالم
تری آنکھوں میں کیا سچ مُچ نمی ہر گز نہیں آتی

ان کی قدرتِ کلام بطور انیسؔ

ع

اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

کے مصداق نئے نئے رنگ میں اپنی سُخن گوئی کے جلوے دکھاتی ہے۔ حمد، نعت گوئی، غزل، قطعات اور دیگر اصنافِ سُخن میں وہ کئی رنگ بکھیرتے ہیں۔

قادرِ مطلق کی قدرت نُمائی دیکھ کر فرماتے ہیں:

چشمِ بینا دیکھتی ہے نُور سے
ہے کرشمہ تیری قدرت کی ضیا

اسی طرح نعت گوئی کے جواہرات ہوں یا قرآنِ مجید سے محبّت و عظمت کا بیان، غرض کوئی بھی موضوع ہو، ان کا اندازِ بیان دلکش ہے۔

نعت گوئی:

وہ جو صدیوں کے مردے تھے زندہ ہوئے
جی اُٹھے تو خدا کے جوئندہ ہوئے
اک دعا سے ہوا سارا کام السّلام!
السّلام! السّلام! السّلام!

دربارۂ محبّت و عظمتِ قرآن:

جب کبھی کرنا تھا مجھ کو فیصلہ جاؤں کدھر
اُس نے دکھلایا ہے مجھ کو آئینہ دستور کا

عاجزی اور انکساری میں عزّت کا بیان :

وہ تری ناک اونچی رکھّے گا
خود کو جو خاک کر لیا تُو نے

دردمندی دیکھئے:

دل میں اک درد کی لذّت کے سوا کچھ بھی نہیں
اور چہرے پہ بجھارت کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ کو درد ساری دنیا کا
داد دیتے ہیں دردمندی کی

معاشرے کی حسنِ اقدار سے دوری پر کہتے ہیں:

اوپر کچھ اور اندر کچھ
کیسے ہیں فن کار سے لوگ
اب تو ان سے ڈر لگتا ہے
ملتے ہیں جو پیار سے لوگ

میکدہ جن سے رہا کرتا تھا آباد یہاں
لد گئے اب وہ کہاں پینے پلانے والے

غزل گوئی میں اپنے آقا سے محبّت کا بھرپور اظہار کرتے ہیں:

اس کی آنکھوں نے ہی رکھّا مخمور
اور کوئی کہاں نشہ کرتے
ہم ملاقات کو چلے آئے
اک بہانہ ہے اس کے درشن کا

آبائی وطن سے محبّت بھی نہیں بھولے:

مجبور کر دیا گیا ہجرت پہ بے سبب
بنیاد میں وطن کی میرا لہو بھی تھا

المختصر اُن کی شاعری ہمہ رنگ اور ہمہ جہت ہے جو تابندہ اور زندہ رہے گی۔

انہوں نے خود ہی کہا ہے:

طارقؔ سُخن کے رنگ ہیں قوسِ قُزح کے رنگ
دیکھا جو سرخ رُو کبھی وہ زرد رُو بھی تھا

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

9 جنوری 2024

سخنوروں کی قیمتی آراء

خاکسار دل کی گہرائیوں سے محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو انکے بارہویں مجموعہ کلام کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ آپ کا کلام دنیادار شاعروں سے یکسر جدا ہے۔ آپکے کلام میں مقصدیت کو نیکی کو اور رہنمائی کو فوقیت حاصل ہے۔ آپکے کلام میں اللہ تعالی کی شکر گزاری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہے قرآن پاک کی عظمت کا بیان ہے اور معاشرے کی ناہمواریوں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ آپکے تصورات کی پاکیزگی یقینا قابل تعریف ہے۔

میری ڈاکٹر صاحب سے آج سے ستائیس سال پہلے ساوتھ فیلڈ لندن میں ملاقات ہوئی تھی۔ ان ستائیس اٹھائیس سالوں میں بہت کچھ بدل گیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی ہنستی مسکراتی مہربان شخصیت آج بھی پہلے کی طرح شاداب ہے۔

اللہ تعالی آپکو علم و عرفان کے نور سے ہمیشہ مالامال رکھے آمین

مبارک صدیقی

9.01.2024

برشِگالِ نُور

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا بارھواں مجموعۂ کلام

فن کار کی روح توانا ہے تو ذہن و افکار بھی تابندہ ہیں۔ الفاظ ساتھ دیتے ہیں اور سُخن کے سانچوں میں ڈھلنے کے لئے آمادہ ہوتے رہتے ہیں۔

فقط تین برسوں کے مختصر عرصہ میں بارھویں ضخیم شعری تصنیف کا منظرِ عام پر آجانا کسی معجزہ سے کم نہیں۔ مصنّفِ محترم کا یہ کارنامہ دعائیہ سہارے کے بغیر بھی بالیقیں ناممکن امر ہوتا۔ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے زیرِ نظر مجموعۂ کلام "برشِگالِ نُور" کی اشاعت پر خاکسار دلی دعا کے ساتھ ہدیۂ مبارکباد پیش کرتا ہے، ذیل میں ایک مختصر سی نظم کے ساتھ۔ قبول فرمایئے۔

جزاکم اللہ:

برسات ہے انوار کی، قرطاس زمیں ہے
یہ رودِ ادب رنگ بھی کیا خوب حسیں ہے

طارؔق کے قلم میں تو محبّت کا جنوں ہے
ادراک میں مومن کے بھرا ابرِ فسوں ہے

ثابت یہ کِیا ہم پہ قلم کے ہیں یہ ساحر
بیمار زمینوں پہ یہ تریاق کے شاعر

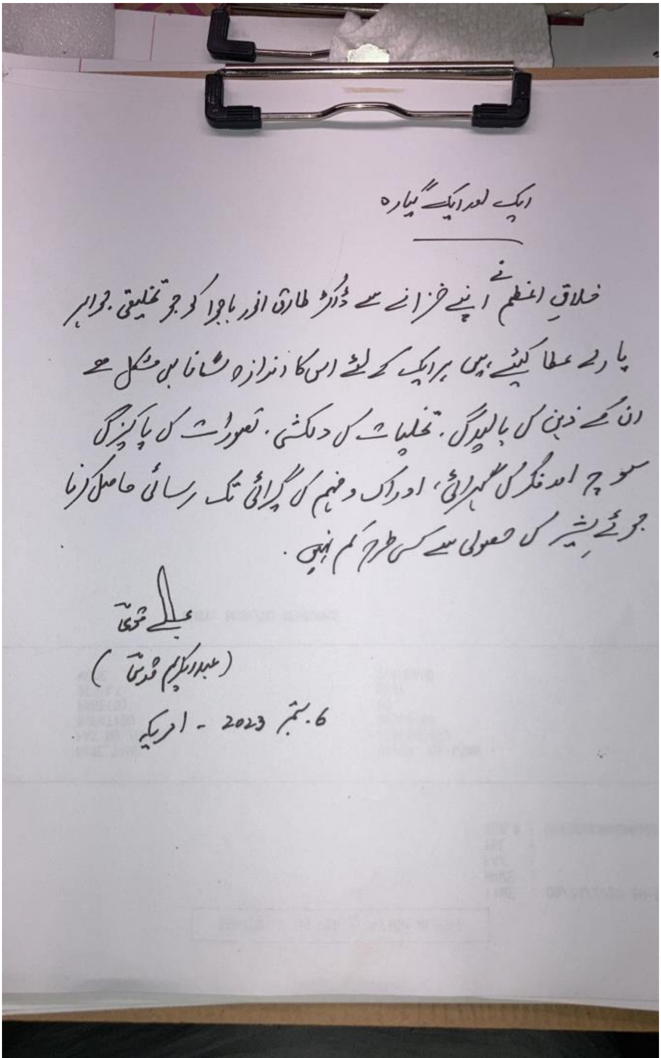
فرہاد کا تیشہ لئے میدان میں اتریں
اک نہر بہانے کو یہ پربت کو بھی توڑیں

ہے رب سے دعا میری کِھلا فکر کے غنچے
طارؔق کا سُخن جلوۂ صد رنگ سے بھر دے

آمین!

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے

12 جنوری 2024



ایک بعد ایک گیارہ

خلاقِ اعظم نے اپنے خزانے سے ڈاکٹر طارق انور باجوہ کو جو تخلیقی جواہر پارے عطا کیئے ہیں ہر ایک کے لیئے اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے ان کے ذہن کی بالیدگی۔ تخیلات کی دلکشی۔ تصورات کی پاکیزگی سوچ اور فکر کی گہرائی، ادراک و فہم کی گہرائی تک رسائی حاصل کرنا جوئے شیر کی حصول سے کسی طرح کم نہیں۔

قدسی
(عبدالکریم قدسی)
6 ستمبر 2023 - امریکہ

محترم عبدالکریم قدسی صاحب مرحوم کی تحریر کا عکس

مرحوم کی نذر محترم عبدالکریم قدسیؔ

کُھلے اُس گھر کے رستے تو رہے ہیں
مصیبت میں بھی ہنستے تو رہے ہیں

بہاروں کا کریں ہم ذکر کیا کیا
خزاؤں میں پنپتے تو رہے ہیں

ستارہ آسماں پر کوئی ٹوٹا
یہاں بادل گرجتے تو رہے ہیں

چھلک کر اشک پلکوں سے گرا جو
اُسی موتی کو تکتے تو رہے ہیں

فلک پر چھائے ہیں جو ابر غم کے
زمیں پر وہ برستے تو رہے ہیں

ہوئے ہیں بے قرار اب دوست ان کے
وہ ملنے کو ترستے تو رہے ہیں

کریں تعریف کیا اُس کے سُخن کی
سب اس کے شعر پڑھتے تو رہے ہیں

فرشتے لے گئے قدسی کو آخر
ہمیں تیّار کرتے تو رہے ہیں

....

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا بارھواں شعری مجموعہ "بَرشِگالِ نُور" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے گیارہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب "لبّ ِلباب" کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تا کہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

"لبِّ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب ،جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتیم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل

ہے۔ یہ مجموعہ " بَرشِگالِ نُور "ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا منظور کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا پیج نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ای خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔لندن

۳۱ دسمبر ۲۰۲۳

حمدِ باری تعالیٰ

اے مرے پیارے مرے محسن خدا
تُو نے ہیں پیدا کئے ارض و سما

چاند اور سورج ، تری تخلیق ہیں
زندگی ممکن نہیں ان کے سوا

اور ستاروں سے سجایا آسماں
راہ بتلائیں یہ سب نجم الہدیٰ

چشمِ بینا ، دیکھتی ہے نُور سے
ہے کرشمہ تیری قدرت کی ضیا

چشمہ و دریا ، ندی ، شبنم ، کہ چاہ
ابرِ باراں کی ہے نعمت بے بہا

اور چمن میں پھول ہیں باغوں میں پھل
سب کے رنگ اور ذائقے سب کے جُدا

شان تیری ان سے ہوتی ہے بلند
کوہساروں کا ہے لمبا سلسلہ

ہیں کہیں صحرا کہیں ہیں جنگلات
کہکشاؤں کا فلک پر راستہ

اور انساں بھی تو ہے عالم صغیر
یہ بھی ہے اک آئنہ ابصار کا

غور جو کر لے اسے آئے نظر
ہے خدا تک ذہنِ انساں کی رسا

ہو تری پہچان ، تیرے فضل سے
علم و عرفاں تُو کرے جس کو عطا

شکر طارق ، ہر گھڑی بھی مَیں کروں
حمد کا حق کر نہیں سکتا ادا

•••••••••••

مناجات

خدا میرے اے فضل یہ ترا ہے
نیند سے دیتا ہے تُو خود ہی جگا

شکر تیرا مجھ سے کیونکر ہو ادا
ہاں دیا ہے عاجزی سے سر جھکا

تجھ سے ملتی ہے جو توفیقِ دعا
مانگتا ہوں ہر گھڑی تیری رضا

تُو ہے رحمان و رحیم و کبریا
تیری تعریفوں کی کب ہے انتہا

عالمیں کا رب ہے ، مالک ہے مرا
سامنے ہوں بن کے میں بندہ کھڑا

میری تُو ہی کر مدد میرے خدا
سیدھے رستے پر مجھے تُو ہی چلا

نعمتوں والا دکھا دے راستہ
کچھ غضب تیرا نہ ہو جس پر پڑا

تُو بھٹکنے سے مجھے خود ہی بچا
میری کر لے تُو قبول اتنی دُعا

جو ہے بہتر کر دیا کر وہ عطا
در کُھلا پاؤں یونہی تیرا سدا

مناجات

تیرے احسان ہیں اتنے کہ نہ ہو ان کا شمار
حسن کی ایک جھلک دیکھوں تو آ جائے بہار

اے خدا مجھ کو تری ذات کی قُربت مل جائے
صاف ہو جائے اگر دل تو ہو چہرے پہ نکھار

بخش دے فضل سے اپنے تُو مرے سارے گنہ
راہِ تقوٰی پہ ہی چلتا رہوں میں لیل و نہار

اذن سے تیرے فرشتے ہوں محافظ میرے
مجھ پہ جب جب کرے شیطان کوئی اپنا وار

ہر طرف دین کے دشمن ہی نظر آتے ہیں
ہے مسلمان ہی نقصان سے ہوتا دو چار

مسجدیں ان سے ہیں محفوظ نہ مندر اب تو
یہ گرا دیں ترے گھر کے جہاں چاہے مینار

تیری غیرت کا تقاضا ہے کہ اظہار تُو کر
پیس دے ، آئے نظر ان کے ہوں اب ٹکڑے ہزار

رحم غالب ہے ترا ، ان کو ہدایت دے دے
کر لیں توبہ جو ترے بندوں میں ہو ان کا شمار

ہے ترا کام دعا کرتا چلا جا طارقؔ
جب خدا دے گا تو آئے گا ترے دل کو قرار

قرآنِ کریم ۔ کلامِ الٰہی

جس سے دروازہ کھلا ہے معرفت کے نور کا
پُر سکوں دنیا ، قیامِ امن کے منشور کا

وہ کلامِ لم یزل اترا حرا میں اس طرح
اک ستوں آیا نظر تھا آسماں تک نُور کا

ہاتھ میں ساقی نے لا کر دو دیئے شربت لذیذ
زنجبیلی پائے گا ، جس نے پیا کافور کا

روح کے بیمار اس میں پائیں گے آبِ حیات
بحرِ عرفاں ہے کہ یہ بہتا ہے چشمہ نور کا

دید پا جانے کے بتلائے گئے ہیں اس میں راز
اس سے پہلے یوں تو دکھلایا تھا جلوہ طور کا

ہونے والا ہے جو مستقبل میں اس میں لکھ دیا
ذکر ہے ماضی کی بھی کچھ داستاں مستور کا

جب کبھی کرنا تھا مجھ کو فیصلہ جاؤں کدھر
اِس نے دکھلایا ہے مجھ کو آئینہ دستور کا

خود گواہی دے گا قرآں، طاق پر رکھا مجھے
کب عمل مجھ پر تھا ، میرا حال تھا مہجور کا

خود مسیحا ہے ، عصا موسٰی کا یا اس کو کہیں
بخش دے یہ زندگی ، ہے رہنما معذور کا

تم اگر چاہو تو کروا دے خدا سے گفتگو
آج دکھلا دے تمہیں نظّارہ کوہِ طور کا

خود بخود ہوتی محبّت ہے یہ کی جاتی نہیں
عشق میں ہے لطف ، یہ رشتہ نہیں مجبور کا

وہ جو پیتے ہیں انہیں ہم نے یہی کہتے سُنا
جو اثر بیٹی کا ہے وہ کب ہوا انگور کا

طارق آثارِ محبّت ، اس سے ہو جائیں عیاں
جب لگے ہے راستہ بہتر ، دلِ مسرور کا

....

حسنِ قرآنِ کریم

یہ حسن دیکھ کر رہیں ، اس کے طواف میں
قرآں کو طاق پر نہ رکھیں بس غِلاف میں

ہر بات اس میں درج خدا کی کہی ہوئی
نازل ہوئی رسول ﷺ پہ , آیات صاف میں

انسان کے لئے یہ ضروری بہت تھا علم
بھیجا گیا اسی لئے *دنیا کی ناف میں

کرتے رہیں دعائیں کہ ہو معرفت نصیب
توفیق گر کبھی ملے اس کی *مطاف میں

ڈھونڈیں کوئی ٹھکانہ ترے گھر کے آس پاس
ہم کو جگہ ملے اگر اس کے مضاف میں

تعلیم تیری جان لیں تو اس پہ ہوں فدا
ہر بات ہی جو کہتے ہیں تیرے خلاف میں

سورت ہر ایک دوسری سے بڑھ کے ہے حسیں
پریاں اتر رہی ہوں جیسے کوہِ قاف میں

آیات میں ہے *فاصلہ، ہے *سجع گفتگو
*مفرد نہ بحر اس کی *مرکّب ، *زحاف میں

تعلیم پر عمل کرے جو وصل ہو نصیب
طارقؔ کہاں ملے خدا ، لاف و گزاف میں

* دنیا کی ناف: مکّۃ المکرّمہ

* مطاف: کعبہ کے گرد طواف کی جگہ

* فاصلہ: قرآنِ کریم میں جو ہم قافیہ آیات کی خوبصورتی ہے اسے فاصلہ کہتے ہیں

* سجع: نثر میں ہم قافیہ الفاظ سے جو خوبصورتی پیدا ہو اسے سجع کہتے ہیں

* مفرد، بحر، مرکّب، زحاف: عروضی اصطلاحات ہیں۔ بحر وزن کو کہتے ہیں جس کی بنیادی بحریں ہیں۔ مختلف بحروں کے ارا کین ملا کر مرکّب بحریں بنتی ہیں اور اگر ارا کین میں کانٹ چھانٹ کی جائے تو زحاف کہلاتا ہے اور مزحف بحر کہلاتی ہے

سلام بنام رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ و سلّم

السّلام السّلام السّلام السّلام
جب سے روشن ہوا ہے وہ ماہِ تمام
آ رہی ہے صدا السّلام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

اس کی خاطر بنے ہیں جہان و مکاں
کائنات اس کی خاطر ہوئی ہے رواں
اُس سے جاری ہوا یہ نظام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

چاند سورج ستارے بھی روشن ہوئے
خوبصورت سبھی اس سے گلشن ہوئے
راہ تکتے رہے صبح و شام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

جتنے آئے تھے پہلے سبھی، رہنُما
فیض پاتے ہیں اس سے سبھی انبیا
سب سے بڑھ کر ہے اس کا مقام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو سردار لڑتے ، سرِ دار تھے
وہ جو کہتے تھے ہم اِس کے حقدار تھے
پیار سے کہتے ہیں اب سلام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ غضب میں جو لگتے تھے خونخوار سے
جو کراہت نہ کرتے تھے مُردار سے
سوچتے ہیں حلال و حرام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

کتنے ظالم تھے سفّاک تھے راہزن
وہ سمجھتے تھے اپنا خدا اَہرَمَن
ہو گئے تیری رحمت سے رام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو صدیوں کے مُردے تھے زندہ ہوئے
جی اُٹھے تو خدا کے جوئندہ ہوئے
اِک دُعا سے ہوا سارا کام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

تیرے جلوے سے اندھے بھی بینا ہوئے
تیری آواز بہرے بھی سننے لگے
تُجھ سے گونگوں نے سیکھا کلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

جاں بہ لب تھا زمانہ کہ آپ آ گئے
دِل کے بیمار سارے شِفا پا گئے
ہو گئے دُور ان کے جذام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

اب تو اکرام اترے ہیں ان کے لئے
سارے انعام اترے ہیں ان کے لئے
جو ہوئے تیرے عاشق ، غلام السلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

تھا سراجِ منیر اس کا اعلیٰ مقام
پھر سے روشن ہوا جیسے ماہِ تمام
آئی پھر سے ، صدا السّلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو صحرا کی وادی میں چشمہ بہا
ماں کی تھی التجا، پیار کی انتہا
پھر وہ کوثر کا لایا ہے جام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

اس کے قدموں کی آہٹ ہواؤں میں ہے
یہ مہک جو عجب سی فضاؤں میں ہے
لے کے آئی ہے اُس کا پیام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

وہ جو حاضر ہوئے اس کی درگاہ میں
آج بھی لوگ قُرباں ہیں اس راہ میں
پاگئے ہیں شہادت مقام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام

خوش نصیبوں میں نام اس کا لکھا گیا
نام پروانوں میں جس کا لکھا گیا
ہو گیا سُرخرو شاد کام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

ہے ازل سے ابد تک فقط تیرا نام
جان پائے نہ کوئی بھی تیرا مقام
میرے مولا نے بھیجا ہے تجھ کو سلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

السّلام السّلام السّلام السّلام
السّلام السّلام السّلام السّلام

••••••••

نعتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم

ذکر ہو اِس ماہ میں ، ماہِ عرب ﷺ کا بار بار
سب سے بڑھ کر نعمتوں میں اُس کا ہوتا ہے شمار

قوّتِ قدسی ہے اس کی جس سے سارے پھل لگے
اس کے دم سے ہر طرف پھیلے ہیں اب باغ و بہار

حسن اور اخلاق کا کامل نمونہ اس کی ذات
وہ خدا کی قدرتوں کا دیکھ لو ہے شاہکار

اس سے پہلے کب نظر آیا کوئی ایسا حسیں
ساتھ اس کے ہو گئے ، سب چھوڑ کر اپنے دیار

سب مخالف ہو گئے اس نے ذرا پروا نہ کی
دے دیا پیغامِ حق گرچہ سہے دشمن کے وار

ہو گئے دشمن بھی قائل ، عشق اُس کو رب سے ہے
دی گواہی سب نے ہے اس کو فقط رب سے ہی پیار

خُم لنڈھاتے ، نازنینوں سے جنہیں فرصت نہ تھی
آ گئے سب چھوڑ کر ، اس کے لئے دیوانہ وار

یاد کرنا اپنے رب کو ہر گھڑی معمول تھا
ذکر ہر پل پیار سے کرتا تھا اُس کا بار بار

"صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ اُو بے شمار"

اے خدا رنجور ہیں ، اِس پر خزاں کا دَور ہے
پھر محمّدؐ مصطفٰے ﷺ کے باغ میں آئے بہار

•••••••••

غزل

محبّت ، امن ، صلح و آشتی کے سب معانی کا
لکھا جائے گا اِن سے ، باب پہلا ، شادمانی کا

بھلا ہے کون ، جس نے خواب یہ دیکھا نہیں ہو گا
سکونِ قلب ہو جس میں میسّر ، حکمرانی کا

تم اپنا پیار سب کو بانٹ کر دیکھو تو پاؤ گے
کوئی تو منتظر ہو گا ، محبّت کی نشانی کا

ہوئی یہ کس کے منہ سے نہر جاری ، علم و عرفاں کی
سخن اس کا لگے جیسے ہو دریا اک روانی کا

کوئی بہرہ ہے یا اندھا تو اِس کا دوش اُس کے سر
کسی کے پاس بھی تو حل نہیں ہے بد گمانی کا

حفاظت کا تو سارا بوجھ اس نے لے لیا سر پر
مکلّف میں تو اتنا ہوں کہ سوچوں پاسبانی کا

خدا کی بارگہ میں گڑ گڑانا اور دعا کرنا
نہیں پھر لوٹ کر آتا زمانہ یہ جوانی کا

کہاں طارق رہا باقی کوئی شکوہ زمانے سے
خیال آیا ، دلوں کو جیتنے کا ، رُت سُہانی کا

••••••••

غزل

مبارک احمد رانا صاحب کے نام جو دنیا کو امن کا پیغام دینے کی غرض سے سفر کر رہے ہیں۔ اللہ ان کا حامی و ناصر ہو۔

پیغامِ امن لے کے ، اک دین کا سپاہی
گھر سے نکل پڑا ہے ، دیں اس کی ہم گواہی

پیغام سن کے اس کا ہو وہ اثر دلوں پر
بچ جائیں ، اس سے پہلے دنیا کی ہو تباہی

نکلا خدا کی خاطر ہے وہ جو گھر سے اپنے
مقصد فقط ہے اس کا دنیا کی خیر خواہی

ہر موڑ پر فرشتے ہوں ساتھ ساتھ اس کے
حاصل ہو اس کا مقصد ہے امن کا جو راہی

گر چل نہیں سکے ہم ، ساتھ اس کے تو دعا دیں
آسان اس کا کر دے ہر کام یا الٰہی

••••••••

غزل

جان و مال اس کو ، ہمیں فکر تھی کیا دیتے ہوئے
ہاتھ میں ہاتھ جو تھا ، قولِ وفا دیتے ہوئے

پتّے گزرے ہیں مراحل سے کئی ، بالآخر
پِس گئے ، ہاتھوں کو وہ رنگِ حنا دیتے ہوئے

وقت پر وہ بھی پہنچ جایا کرے پاس ترے
دیر ہو جائے نہ گر تجھ کو صدا دیتے ہوئے

وہ محمّدؐ کے تھے اخلاق جنھیں دیکھا تھا
اپنی بیٹی ، کے بٹھانے کو رِدا دیتے ہوئے

تُم کو بتلاؤں کہ وہ کیسے ملا تھا مجھ کو
اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے، پتہ دیتے ہوئے

عصرِ بیمار کا اترا ہے معالج دیکھو
ہم نے دیکھا ہے مسیحا کو دوا دیتے ہوئے

ہر جگہ دل کے ہی بیمار نظر آتے ہیں
وہ تو بیمار کو خوش ہو گا شفا دیتے ہوئے

اس کی مخلوق سے ہمدردی رکھے گر کوئی
پھر تو افسوس ، اسے ہو گا فنا دیتے ہوئے

اُن امیروں کو جو کچھ خوفِ خدا رکھتے ہیں
لطف لیں ، پاس فرشتے بھی جگہ دیتے ہوئے

طارق آغازِ تعلّق میں تکلّف چھوڑا
ہم دعا کرتے رہے ، اس کو دُعا دیتے ہوئے

••••••••

غزل

محبّت سب سے ہو ، نفرت کسی سے بھی نہ ہو مولا
کدورت ، بغض کی حالت , کسی سے بھی نہ ہو مولا

حقیقت میں ہمیں ہو پیار مخلوقِ خدا سے یوں
کوئی ظالم ہو تو نسبت کسی سے بھی نہ ہو مولا

اگر دعوٰی محبّت کا ہمیں غیروں سے ایسا ہے
تو آپس میں کبھی نفرت کسی سے بھی نہ ہو مولا

اگر شیر و شکر آپس میں ہو جائیں تو کیا غم ہے
کہ بھائی چارے میں خفّت , کسی سے بھی نہ ہو مولا

عمل صالح رہیں ایمان کی دولت ملی ہے جب
کہ سستی دور ہو ، غفلت ، کسی سے بھی نہ ہو مولا

خلافت کے رہیں قدموں میں ادنیٰ کارکن بن کر
عمل جو کم کرے طاعت ، کسی سے بھی نہ ہو مولا

خلافت کی محبّت نے ہمیں ہے زندگی بخشی
کہیں یہ دور ہو شفقت ، کسی سے بھی نہ ہو مولا

ہو آپس میں محبّت کب گلے شکوے دکھائی دیں
کبھی غیروں میں وہ الفت ، کسی سے بھی نہ ہو مولا

ہمیں اس بزم میں طارق یہی پیغام دینا ہے
محبّت سیکھ لیں نفرت کسی سے بھی نہ ہو مولا

غزل

آئے تھے آپ خود یہاں یا کہ تھا لطف خواب کا
بھینی سی تھی مہک وہی رنگ وہی گلاب کا

ہم سے ملائکہ کہیں کہ آپ ہمارے ساتھ ہیں
لے چلیں گے بہشت میں ، چھوڑا حساب آپ کا

ہم سے حسابِ دوستاں ، ہو گا تو کیا بتائیں گے
کھولیں گے کیا لکھا ہوا اور کسی کے باب کا

آپ بھی اپنے آپ پر اتنا غرور مت کریں
یہ تو نہیں نہ ہو کبھی حال خراب آپ کا

آپ کو بھی تو پیار تھا جس پہ لکھا تھا میرا نام
کونے سے تھا مُڑا ہوا دیکھا ورَق کتاب کا

وہم ہوا ہے آپ کو ہم نے تو یہ کہا نہیں
آپ سے ہی سوال تھا ، کیا تھا جواب آپ کا

آپ کی گفتگو تھی یا جام تھے معرفت بھرے
جس سے نکل نہیں سکے نشّہ تھا وہ شراب کا

چاند کو دیکھ کر ہمیں یاد کسی کی آ گئی
چہرہ چمک رہا تھا یوں جیسے ہو آفتاب کا

غور کیا ہے عمر بھر ، ہم کو یہی پتہ چلا
جب وہ خدا ملا نہیں ، دَور ہے وہ عذاب کا

غزل

گھر بُلا کر کبھی اس نے مجھے پرکھا بھی نہیں
میں نے اس رستے پہ جانا ابھی سیکھا بھی نہیں

گھر کے سب کھڑکیاں دروازے کُھلے رکھے ہیں
منتظر ہوں ، کسی دیوار پہ لکھا بھی نہیں

مہرباں ہو گی کبھی تو مری قسمت مجھ پر
مجھ کو امید ہے گو ہاتھ میں ریکھا بھی نہیں

تُو ہی ہر نام کے معنی میں نظر آتا ہے
پر کوئی نام ترے ، نام پہ رکھا بھی نہیں

منتظر رہتا ہے دل میں ہی تمہارے جو وجود
تُم نے اس ذات کو در کھول کے دیکھا بھی نہیں

طارق احساس کی دولت سے ہوئے مالا مال
اشک جاتے ہیں چھلک ، یوں ابھی برکھا بھی نہیں

••••••••

غزل

کچھ خطرناک کر لیا تو نے
عشق بے باک کر لیا تو نے

کھایا تیر نظر نشانے پر
مانا یہ تاک کر لیا تو نے

کیسے ہو جائے تیرا دامن تر
عشق میں چاک کر لیا تو نے

کبر سے دل کیا جو ٹیڑھا تھا
اس کو ناپاک کر لیا تو نے

وہ تری ناک اونچی رکھے گا
خود کو جو خاک کر لیا تو نے

واقعی تو حسین ہے طارق
دل کو گر پاک کر لیا تو نے

....

غزل

بات کرتے ہیں صلح مندی کی
ہم نے کب کوئی شر پسندی کی

ہم تو پہلے ہی تھے خلاف اِس کے
آپ نے خود ہی فرقہ بندی کی

آخرش کیوں نہیں چلی جاتی
دل سے بیماری ، خود پسندی کی

ہم پہ نزلہ گرا ہے کیوں آخر
جانے کب بات کوئی گندی کی

ہم تو مجنوں ہیں عشق میں ٹھہرے
بات ہو کیسے ، ہوش مندی کی

ہر کوئی اپنی سوچ رکھتا ہے
ہو وہ پستی کی یا بلندی کی

آگ خود ہی لگا کے خِرمن کو
ہم سے کہتے ہو شر پسندی کی

جھوٹ بولیں حریف ، ان کا کام
ہم نے تو سچ سے پیش بندی کی

آپ کو درد ساری دنیا کا
داد دیتے ہیں فکر مندی کی

جرم طارقؔ ہے اس قدر اپنا
ہم نے پرواز کی ، بلندی کی

....

غزل

اور پوچھے گا امتحان میں کیا
زندگی دی ہے مجھ کو دان میں کیا

گفتگو کی ہے مجھ سے تھوڑی دیر
کچھ کمی آ گئی ہے شان میں کیا

ہوں خوشی میں شریک بانٹ لیں غم
اور ہوتا ہے خاندان میں کیا

تُو جو رکھتا نگاہ اوپر ہے
تُو نے دیکھا ہے آسمان میں کیا

میں نے جو کچھ کہا وہی سچ ہے
چاہتا ہے مرے بیان میں کیا

تُو بھی شک کی نظر سے دیکھے گا
اور ہوتا مرے گُمان میں کیا

سچ نہیں کہہ سکے مری خاطر
" آبلے پڑ گئے زبان میں کیا "

پھر یہ کیسا گلہ تجھے طارقؔ
تُو کسی کی نہیں امان میں کیا

•••••••

غزل

وہ جو لکھتے کتاب ہیں دونوں
پیش کرتے حساب ہیں دونوں

ہے جزا اور سزا بہانہ اک
بخش دینے کے باب ہیں دونوں

ایک دُکھتا ہے ، اک دُکھاتا ہے
دیدہ و دل خراب ہیں دونوں

ہم نے دیکھا نہیں رقیب بھی خوش
کاہے زیرِ عتاب ہیں دونوں

مسکراہٹ ہے یا متانت ہے
کیا کہیں ، لاجواب ہیں دونوں

مثلِ آتش جلیں لب و رخسار
جیسے کھلتے گلاب ہیں دونوں

کثرتِ مال اور عمر طویل
خواہشیں یہ سراب ہیں دونوں

عاشقی حسن سے عبارت ہے
آپ اپنا جواب ہیں دونوں

عشق ہے رب کا یا کہ لیلیٰ کا
پی کے بیٹھے شراب ہیں دونوں

عشق میں جو بنا تھا تاج محل
اُس میں اب محوِ خواب ہیں دونوں

روح کا نُور ہو یا جسمانی
چاہتے آفتاب ہیں دونوں

گر وہ راضی ہو ، دین و دنیا کے
کیسے کھلتے یہ باب ہیں دونوں

میں جو طارق ہوں خوش ، عدو یا رقیب
دیکھو جل کر کباب ہیں دونوں

....

غزل

وہ میری جان تھا وہ مری آرزو بھی تھا
جب بھی ملا ہوں میں اسے تو باوضو بھی تھا

پندارِ عشق نے مجھے روکا نہیں کبھی
وہ میرا مان تھا وہ مری آبرو بھی تھا

لگتی تھی زندگی مجھے اس کے بنا تہی
میں اس کی زندگی میں ذرا فالتو بھی تھا

میں عکس اپنا دیکھ کے سمجھا تھا آئنہ
جب گفتگو ہوئی تو میں ہی روبرو بھی تھا

اس کو فقط نہیں تھا کہ ہو دوستی پہ ناز
وہ دوست میرا مجھ سے بہت خوبرو بھی تھا

اس کو یونہی نہیں تھا مرا اتنا اعتبار
اس کے حضور میں رہا جو سرخرو بھی تھا

مجھ پر ہی دشت میں کیا تھا سب نے انحصار
دریا کے سامنے میں ذرا آب جُو بھی تھا

مجبور کر دیا گیا ہجرت پہ بے سبب
بنیاد میں وطن کی تو میرا لہو بھی تھا

لندن میں آئے سیکھنے آدابِ زندگی
تہذیب سیکھنے کو یوں تو لکھنؤ بھی تھا

طارق سخن کے رنگ ہیں قوسِ قزح کے رنگ
دیکھا جو سرخرو کبھی وہ زرد رُو بھی تھا

....

غزل

اب نہیں انتظار ، کیا دیکھوں
مل گیا میرا یار ، کیا دیکھوں

کوئی بھاتا نہیں نظر میں اب
پھر کسی کا بھی پیار کیا دیکھوں

اس کو دیکھا ہے ایک بار فقط
اب تجھے بار بار ، کیا دیکھوں

وہ گیا تو ہوئی خزاں میری
پھر جو آئی بہار ، کیا دیکھوں

لوگ سمجھیں مجھے نہ دیوانہ
ہوں جو آنکھیں بھی چار ، کیا دیکھوں

دیکھ آیا ہوں میں تو تاج محل
اب کسی کا مزار ، کیا دیکھوں

مفت دیکھوں حسیں جو نظّارے
نقد یا پھر ادھار ، کیا دیکھوں

عشق جب میں نے کر لیا اس سے
پھر بھڑکتی میں نار ، کیا دیکھوں

جیت اس کی ہی ، جب مقدّر تھا
ہر قدم دل کی ہار ، کیا دیکھوں

میں نے طارق کہا نہیں اس سے
کی ہے جب جاں نثار ، کیا دیکھوں

....

غزل

ہجر کا موسم کبھی اتنا تو یخ بستہ نہ تھا
ہم پہنچ جاتے مگر کوئی بچا رستہ نہ تھا

وہ خزاں موسم میں آیا تھا چمن کی سیر کو
ہاتھ خالی تھے کوئی ان میں تو گل دستہ نہ تھا

اس نے فرمائش پہ میری بھی سنایا کچھ کلام
مجھ پہ کیا ہوتا اثر، جب شعر برجستہ نہ تھا

بے سر وسامان آئے ، جاں بچا کر ہم یہاں
ورنہ جنّت میں مکاں اپنا کوئی خستہ نہ تھا

ڈھونڈ لو تاریخ میں اس کی نہیں ملتی مثال
تشنہ لب صحرا میں کوئی اس طرح بستا نہ تھا

ہے تعلّق باندھنا جب آپ کا شُستہ طریق
کون کہہ سکتا ہے طارق ہم سے پیوستہ نہ تھا

....

غزل

جھوٹے اور مکّار سے لوگ
ہیں کتنے خونخوار سے لوگ

کام فقط دشنام دہی
یعنی ہیں بے کار سے لوگ

اوپر کچھ اور اندر کچھ
کتنے ہیں فنکار سے لوگ

اب تو ان سے ڈر لگتا ہے
ملتے ہیں جو پیار سے لوگ

سنتے ہیں خطبے اور وعظ
عاری ہیں اقدار سے لوگ

کب ان کو ہے خوفِ خدا
ڈرتے ہیں سرکار سے لوگ

پائے گا انصاف کہاں
منصف ہیں ، عیّار سے لوگ

ان کے دم سے کتنے ہی
غم سے ہیں دو چار سے لوگ

پر انسان کی قدر کریں
سات سمندر پار سے لوگ

غضِّ بصر شیوہ جن کا
ہوتے ہیں ستّار سے لوگ

تُو ڈھونڈے طارق کاہے
اپنے سے ، غمخوار سے لوگ

••••••••

غزل

ہر ایک بات پہ تعریف کی جو خُو کرتے
نہ بات بات پہ کچھ لوگ ہاؤ ہُو کرتے

ہمارا ظرف کشادہ نہ دیکھ پاتے گر
ہمارے سامنے ساقی نہ پھر سبُو کرتے

نہیں ہے بزم میں جب اذن لب کشائی کا
سلے ہیں لب تو بھلا کیسے گفتگو کرتے

جو ہوتا شوق سُنیں ہم بھی داستانِ عشق
چمن میں جا گُل و بلبل کو روبرو کرتے

ہمیں تلاش نہ تھی اس حسین کی ورنہ
نظر پھرا کے تماشائے رنگ و بُو کرتے

ہمیں خدا نظر آتا جو لطف پر مائل
تو کیوں نہ ہم اسے پانے کی جستجُو کرتے

نہ حسن کھینچتا وہ اس قدر اگر دل کو
تو اس کی ہم بھلا کیوں اتنی آرزو کرتے

ہر ایک بات میں ان کی ملاتے ہاں میں ہاں
تو ہم سے دوستی طارق ، یہی عدُو کرتے

....

غزل

یوں شوق سے کوئی بھی مقیّد نہیں ہوتا
کرسی پہ مگر صاحبِ مسند نہیں ہوتا

رنگینیٔ گلشن کا بھی ساماں ہے ضروری
خوشبو ہی فقط پھول کا مقصد نہیں ہوتا

ستانے کو دے دے جو کڑی دھوپ میں سایہ
گاؤں کی طرح شہر میں برگد نہیں ہوتا

بھٹکے ہوئے لوگوں کو جو رستہ نہ دکھا دے
تقلید کے قابل تو وہ مرشد نہیں ہوتا

آزادیٔ اظہار میسّر ہے جہاں پر
واں شیخ کے قبضے میں تو معبد نہیں ہوتا

مندر پہ ، کلیسا پہ ، گرو کے بھی دوارے
دیکھو تو مساجد پہ ہی گنبد نہیں ہوتا

طارق ہیں تباہی کے یہ آثار سراسر
ہر شخص کو تو نشّۂ ازحد نہیں ہوتا

....

غزل

لوگ کم کم ہیں محبّت کو بڑھانے والے
جا بجا آئیں نظر ، آگ لگانے والے

قہقہے ہم جو سنا کرتے تھے ان گلیوں میں
اب نہیں باقی وہ دن ہنسنے ہنسانے والے

میکدہ جن سے رہا کرتا تھا آباد یہاں
لد گئے ، اب وہ کہاں پینے پلانے والے

پھونک کر اپنے قدم رکھنا ، ہے یہ راہِ حیات
سب چلے جاتے ہیں اس پر جو ہیں آنے والے

اپنے انجام کو پہنچے سبھی دشمن آخر
دیکھنا کون تھے وہ خوشیاں منانے والے

چاہیئے ایک نظر اپنے بھی اعمال پہ ہو
کیا ہوئے جو تھے ہمیں راہ دکھانے والے

ساتھ لے جائیں گے کیا ، زادِ سفر پاس ہے کیا؟
ہم بھی اک روز ہیں اس راہ پہ جانے والے!

داستاں عشق کی طارق ہو رقم کوئی نئی
لیلٰی مجنوں کے تو قصّے ہیں پرانے والے

....

غزل

آپ اپنی بے گناہی کی نہ قسمیں کھایئے
ہاں مگر سچ بات کہنے سے نہ یوں شرمایئے

اب تو ظاہر ہو گیا ہے کتنے پانی میں ہیں آپ
آپ جو چاہیں کہیں ہم سے نہ منہ کھلوایئے

اب تو ہم مرضی سے اپنی جائیں گے جب دل کرے
آپ سے کس نے کہا تھا ہم کو گھر بلوایئے

دوستوں کو ساتھ آنے کی تو دعوت ہم نے دی
ہم کریں گے میزبانی آپ مت گھبرایئے

ہو اگر سمع خراشی ہم کریں گے معذرت
ہم سنیں گے آپ بس خوشیوں کے نغمے گایئے

آپ کی تحریر سے تقریر سننا ہے بھلا
اب نہ یوں جھوٹی محبّت کا یقیں دلوایئے

لوگ سننے کے لئے تیار بیٹھے ہیں یہاں
کیا ہی اچھا ہو اگر ماحول کو گرمایئے

جانتے ہیں آپ طارق ہم ہوئے دل کے مریض
ہم ہمہ تن گوش ہیں جو جی کرے فر مایئے

غزل

کس نے یہ کہا راہ کو ، دشوار نہیں ہے
اُس کو بھی محبّت سے تو انکار نہیں ہے

ملّاح کے ہاتھوں میں جو پتوار نہیں ہے
طوفان میں ناؤ بھی ہوئی پار نہیں ہے

اس عشق پہ کم ظرف بھروسہ نہیں کرتے
اس آگ میں کودا کوئی پِندار نہیں ہے

اب باغ میں آکر کوئی بلبل نہیں روتا
پھولوں میں جو باقی کوئی مہکار نہیں ہے

حق بات جو کہتا نظر آتا نہیں منصور
لٹکا ہوا دیکھو تو سرِ دار نہیں ہے

طارق جو کہو شعر ، پسند آئے سبھی کو
کہنا یہ تمہارا گیا بیکار نہیں ہے

غزل

خود کو اچھی نظر سے دیکھیں گے
عزّتِ نفس ہم بھی سیکھیں گے

اپنا ہے احترام مدِّ نظر
آج سے خود کو ہم سنبھالیں گے

لوگ کیسے کریں گے عزّت جب
ہم ہی خود کو اگر نہ چاہیں گے

فیصلہ کر لیا ہے آج کے بعد
میں نہیں ,خود کو ہم پکاریں گے

عاجزی ، انکسار ہے خوبی
ہم اسے تو کبھی نہ چھوڑیں گے

ہاں جھکیں گے اسی کے آگے ہم
اپنا رشتہ خدا سے باندھیں گے

اے خدا ہم ہیں جب ترے بندے
عزّتیں ساری تجھ سے مانگیں گے

جھولیاں خالی کیسے لے جائیں
لوگ طعنے ہمیں نہ کیا دیں گے

ہم کو بخشش کی آپ سے امید
آپ ہم کو معاف کر دیں گے

تیرے در کے فقیر ہیں مولا
تیرے در سے نہ سر اٹھائیں گے

طارق اک بار پیار مانگیں تو
کب وہ انکار ہم کو کر دیں گے

••••••••

غزل

محبّت کی جو عادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا
اگر اس سے ارادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

خدا کا نیک بندہ کوئی مل جائے غنیمت ہے
اسے ملنا عبادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

سفر ہوتا نظر آئے کٹھن تو مشورہ کر نے
اگرچہ یہ ریاضت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

تمہیں مل کر وہ خوش ہو گا یقیناً مسکرائے گا
اگر چاہو ، عیادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

یقیں ہے ذات پر مولا کی اس کو جاننا ہو تو
کسی کی جب شہادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

چلیں جب آندھیاں ، طوفان آئیں ڈگمگانے کو
تو رہنا گر سلامت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

اگر سن کر مری باتیں ، یقیں میرا نہ کر پاؤ
عطا جو استقامت ہو اسے ملنے چلے جانا

معزز دین و دنیا کے ملیں اس کو عقیدت سے
اُسے ملنا سعادت ہو ، اسے ملنے چلے جانا

کوئی چاہت ، کوئی ارماں ، کہیں حسرت نہ بن جائے
تمہیں کوئی بھی حاجت ہو اُسے ملنے چلے جانا

دعاؤں کی قبولیّت پہ اس کی ہے یقیں اتنا
دعا کی جب ضرورت ہو اسے ملنے چلے جانا

مرادیں پاؤ گے طارق جو وہ مرشد دعا دے گا
تمہیں جب بھی اجازت ہو اسے ملنے چلے جانا

....

غزل

یوں جو پل پل بدل رہا ہوں میں
تیری جانب ہی چل رہا ہوں میں

مجھ کو پھینکا ہے گھر سے باہر کیوں
گر مصیبت کا حل رہا ہوں میں

تلخ میری زبان ، ہے سچی
گولی کڑوی ، نگل رہا ہوں میں

آگ کب کب نہیں لگائی گئی
کون کہتا ہے جل رہا ہوں میں

تجھ سے ملنے کی آس رکھتا ہوں
بس تری رہ پہ چل رہا ہوں میں

ہوں بھکاری کھڑا ترے در پر
تیرے ٹکڑوں پہ پل رہا ہوں میں

قُرب سے شعلہ پیار کا بھڑکا
رفتہ رفتہ پگھل رہا ہوں میں

طارق اس اجنبی سی دنیا میں
بس کوئی چار پل رہا ہوں میں

....

غزل

دیدار اُس کا وجہِ شناسائی ہو گیا
دیکھا اسے تو ہر کوئی شیدائی ہو گیا

دے دی خِرَد کو میرے جنوں نے شکست یوں
حسنِ ازل کو دیکھ کے سودائی ہو گیا

اس کے وجود کا ہوا اظہار اس طرح
دل سجدہ گاہِ شانِ کبریائی ہو گیا

کب اپنے آپ کو رکھا میں نے سنبھال کے
ہر راہگیر میرا تماشائی ہو گیا

مانا کہ اس کے وصل کی منزل بھی دُور تھی
کیوں رابطہ ہی باعثِ رُسوائی ہو گیا

دھڑکا تھا اس کو دیکھ کے دل زور زور سے
بے قابو اس کی دیکھ کے انگڑائی ہو گیا

چاہا جو اس نے ہم یہاں دنیا میں آگئے
مقصد ہمارا اس کی شناسائی ہو گیا

ہم اس کی چاہ میں جو گرفتار ہو گئے
پھر تو ہمارا عشق بھی یکتائی ہو گیا

طارق ہمارے وصل کے سامان ہو گئے
جو گیت گنگنا دیا شہنائی ہو گیا

غزل

جس طرح سے سرو قد ، شمشاد کا باقی رہا
اب بھی دیکھو احترام ، استاد کا باقی رہا

سیکھ کر اڑنا ، پرندے چھوڑ جائیں ، گھونسلے
سلسلہ استاد کی پر ، داد کا باقی رہا

منصفوں کو سوچنا ہے کل وہ کیا دیں گے جواب
مَدْ رِسے میں گر اثر ، جلّاد کا باقی رہا

عشق کی تاریخ نے سکھلا دیا ایسا سبق
جوئے شیریں ، تیشۂ فرہاد کا باقی رہا

آگے بڑھنے کے لئے کوشاں کیا استاد نے
شوق ہم کو بھی کسی ایجاد کا باقی رہا

علم کی دولت ملی ہے اور دعا استاد سے
کیوں ہے شکوہ پھر دلِ ناشاد کا باقی رہا

اک نئی آفت ہمیں ہر روز ہی درپیش تھی
اس لئے کوئی نہ ڈر افتاد کا باقی رہا

ہم نے مانا جو کہا طارق کسی استاد نے
اک تعلّق ان سے ہم کو ، صاد کا باقی رہا

••••••••

غزل

ہمیں اس شہر میں رہنا نہیں ہے
عبث ، جذبات میں بہنا نہیں ہے

بجا ہے ناز اس کو حسن پر تو
مگر کیا اس نے بھی ، گہنا نہیں ہے؟

سجے گی مسکراہٹ خوب رُخ پر
اسے ، اس نے مگر پہنا نہیں ہے

رقیبوں کو تو یہ سننا پڑا ہے
تمہارے گھر میں کیا بہنا نہیں ہے؟

غلط ہم کو سکھایا یہ گیا ہے
غلط کو بھی غلط کہنا نہیں ہے

بتائیں تو سہی طارق ہوا کیا
خموشی سے تو دکھ سہنا نہیں ہے

••••••••

غزل

مشکل میں چھوڑ دیں سبھی پکڑے نہ کوئی ہاتھ
لیکن بڑے یقین سے کہتا ہے رام ناتھ

ہر بات جانتا ہے وہ لمبے ہیں اس کے ہاتھ
کر لی ہے ہم نے دوستی اب اُس خدا کے ساتھ

جلوے نظر کو خیرہ کریں دیکھیں جس طرف
اُس گلبدن کے حسن کے مظہر ہیں پھول پات

سورج زمین چاند ستارے جو ہیں رواں
اپنے مدار پر چلیں وہ دن ہو چاہے رات

دیتی جنم ستاروں کو ہے کہکشاں جہاں
سوچو کہیں بڑی ہے تصوّر سے کائنات

بارش سے چشمے پھوٹیں رواں آبشار ہوں
دریا بہیں تو نہریں زمینوں کو دیں حیات

لائے پیام اس کی ہی توحید کا رسول
جو شرک سے ہے پاک اور اعلیٰ ہے جس کی ذات

پا کر مدد خدا کی ہوں وہ ایسے کامران
دکھلائیں دشمنوں کو ہمیشہ ہوئی ہے مات

جن کو ملائکہ کریں روح القدس عطا
ہم کو خدا سے جوڑ دیں خود وہ پکڑ کے ہاتھ

اک دہریے کے کان میں آواز یہ پڑی
سُن کر پھڑک اُٹھا کہا کہہ دی کمال بات

مالک ہے وہ تو ہو نہیں سکتا کوئی شریک
قائم جو شرک پر اُنہیں ملتا ہے کب ثبات

طارق سنبھل کے بات کرو جو بھی تم کرو
پا جائے کوئی کیا پتہ سُن کر اُسے نجات

••••••••

غزل

خیرہ آنکھوں کو کریں حسن ، وہ رخسار و دہن
ہوش سے کر دے جو بیگانہ تھی مہکارِ بدن

خود خدا نے وہ تراشا تھا صنم ایسا حسیں
میں چلا جاتا تھا کرتے ہوئے دیدار ، مگن

سبز کپڑوں میں وہ ملبوس تھی وادی ، مخمل
جن میں گاتے ہوئے چلتی ندی ، کہسار ، دمن

دن دہاڑے جو لُٹا ہوں تو بتاؤں اتنا
رہن رکھ آیا دل و جان میں اس کے آنگن

آئی تھی اس کو جلانے کے لئے بادِ سموم
لوٹ کے پھر سے بہار آئی کُھلا صحنِ چمن

کس نے انڈیلے تھے اخگر مرے دروازے پر
آگ کس کس نے لگائی جو ہوئی شعلہ فگن

لگ گئی کس کی نظر جانے نہ انجانے میں
یوں لگا بر سرِ پیکار ہوئے ہیں دشمن

پھر سے محفل ہوئی آباد لگی رونق ہے
آکے دیکھے تو سہی آج کوئی اس کی پھبن

دیں ملائک جو نہ دستک ترے دل پر طارقؔ
یونہی باتوں سے تو پیدا نہ ہوں شہکار سُخن

غزل

اب جو بدلے ہوئے افکار نظر آتے ہیں
ہر طرف لوگ ، سیہ کار نظر آتے ہیں

اس قدر آج ہے دنیا میں پڑا قحط الرّجال
چور ڈاکو بنے سرکار نظر آتے ہیں

وہ جو ہنس ہنس کے ملا کرتے ہیں وہ بھی تو ہمیں
کینہ پرور ، پسِ دیوار نظر آتے ہیں

ہیں خرد مند جو سچ بولنے والے اکثر
جیل میں ہیں یا وہ بیکار نظر آتے ہیں

وہ جنہیں گھر کے سمجھتے تھے ہیں معمار یہی
بیچنے کو اسے تیّار نظر آتے ہیں

جھوٹ غالب ہے کہ انصاف کا ہے خون ہوا
وہ مجھے بر سرِ پیکار نظر آتے ہیں

کام اربابِ سیاست کے اگر دیکھو تو
پسِ منظر یہی مکّار نظر آتے ہیں

جس کی بنیاد میں ہیں دفن ہزاروں ، وہ گھر
ٹوٹ جانے کے اب آثار نظر آتے ہیں

آپ کہتے ہو مسیحا کی ضرورت ہی نہیں
مانتے ہو یہاں بیمار نظر آتے ہیں

طارق اب وقت تو ہے آنکھیں کھلیں لوگوں کی
بیٹھے منبر پہ جو فُجّار نظر آتے ہیں

••••••••

غزل

" لطیف لوگ لطافت کا لطف لیتے ہیں "
رہِ خدا میں ریاضت کا لطف لیتے ہیں

دکھائے حسن کا جلوہ وہ بام پر آکر
عجیب ہیں کہ قیامت کا لطف لیتے ہیں

اگرچہ زندگی سنجیدگی میں گزری ہے
کبھی تو ہم بھی شرارت کا لطف لیتے ہیں

وہ بات بات میں جب نکتہ آفرینی کریں
سخن میں ان کی مہارت کا لطف لیتے ہیں

سنیں جو شاعری اک بار داد ہم دیں گے
کتاب ہو تو عبارت کا لطف لیتے ہیں

ہے حسن گرچہ بلا خیز چھوٹے پودوں کا
جو سرو قد ہوں تو قامت کا لطف لیتے ہیں

نگاہ خیرہ کرے ہر طرف جمال اس کا
ہر ایک جلوۂ قدرت کا لطف لیتے ہیں

مگر یہ فیصلہ طارق کیا مرے رب نے
خدا کے بندے عبادت کا لطف لیتے ہیں

••••••••

غزل

پڑی مٹی میں ہر شے خاک ہی ہوتی نظر آئی
مگر پھر چاک پر کوزہ گری ہوتی نظر آئی

گُل و بلبل وہیں موجود تھے لیکن اداسی تھی
چمن میں جانے کیوں افسردگی ہوتی نظر آئی

ہمیں اس حال میں رہنا وہاں منظور ہی کب تھا
ترے بن آنکھ میں جب تشنگی ہوتی نظر آئی

روانہ ہو گئے تھے قافلے کے سنگ ہم بھی تو
نصیبوں میں خوشی کی آگہی ہوتی نظر آئی

اٹھائی جب نظر ، دیکھا حسیں چہرہ بڑا روشن
عیاں جس پر ہمیں تابندگی ہوتی نظر آئی

وہ جب بھی بات کرتا ہے ہمیشہ گہری ہوتی ہے
نہیں ہے آج تک وہ سرسری ہوتی نظر آئی

جہالت کے اندھیروں سے نکل آئے ہیں کیا غم ہے
جہاں بھی ہم گئے ہیں روشنی ہوتی نظر آئی

سراپا ہو گئے اس کی محبّت میں فنا جب ہم
حجاب اٹھے ، نہیں بے پردگی ہوتی نظر آئی

فنا فی الذّات ہو کرآج سیکھا راز اُڑنے کا
جھکے جب ، عرش پر یہ بندگی ہوتی نظر آئی

ملے درسِ محبّت سب کو ہی آغوشِ مادر میں
تو کیوں طارق دلوں میں تیرگی ہوتی نظر آئی

••••••••

غزل

یہ رمزِ ہستی سمجھ میں نہ جب تلک آئے
ہو ظرف تنگ تو ، پیمانہ پھر چھلک آئے

ہوئی ہے خشک زمیں، آفتاب جلتا ہے
ہے انتظار ، لئے ابر اب فلک آئے

یہ کر رہا ہے دلوں پر اثر سبب ہے کیا
ترے سخن میں ترے دل کی اک جھلک آئے

ہم اس لئے بھی نہیں دیکھتے ترا چہرہ
کہ ہم نے دیکھے ہیں موتی سرِ پلک آئے

تمہارا ذکر کبھی اس لئے نہیں کرتا
کہیں نہ آنسو کوئی آنکھ سے ڈھلک آئے

لُٹا کے اپنوں کی جاں ، بیٹھے راہ تکتے ہیں
دلاسہ دینے کو طارق کوئی مَلَک آئے

••••••••

غزل

سامنا کر رہا ہوں درپن کا
ساز سنتا ہوں کس کی جھانجن کا

یہ جو پردہ ہے تیرے آنگن کا
چاک ہے یہ کسی کے دامن کا

سانس کی ڈور سے جُڑا ہو جو
کیا بھروسہ ہے ایسے بندھن کا

چند گھڑیاں تھیں عیش و عشرت کی
لے گئیں چین جو ترے من کا

بھول بیٹھا تھا تُو جوانی میں
ہے بڑھاپا بھی حصّہ جیون کا

دل لگی کی نہ بات کر مجھ سے
مسئلہ اب ہے دل کی دھڑکن کا

جیسے تیسے گزار لی ہم نے
جانے کیا آگے ہو گا گلشن کا

ہم ملاقات کو چلے آئے
اک بہانہ ہے اس کے درشن کا

ہم نے طارق کہا ،جو سچ سمجھا
ہے یقیناً ، سبب وہ اَن بَن کا

غزل

امن کی کوئی ابتدا کرتے
عمر گزری ہے ، انتہا کرتے

ہم سے کہتے ہیں ، تبصرہ کرتے
نوحہ یا مرثیہ کہا کرتے

تشنہ لب ، اس میں چپ رہے سارے
کیا سمندر سے وہ گلہ کرتے

کہہ بھی دیتے جو داستانِ غم
کیا ضروری ہے وہ سُنا کرتے

راستہ جو انہیں دکھائے گا
کاش اُس کو وہ رہنُما کرتے

اس پہ ہم نے یقین رکھا ہے
اس کا ہم کیا نہ آسرا کرتے

اس کی آنکھوں نے ہی رکھا مخمور
اور کیا کوئی ہم نشّہ کرتے

امن کی راہ کچھ نکل آتی
ہم بھی راضی اگر خدا کرتے

ہم نہ طارق بدل دیں سوچ اپنی
کچھ کریں بھی ، ہیں گر دُعا کرتے

غزل

سوار سب ہیں مسافر ، سبھی کو چلنا ہے
نہ جانے کون سی منزل پہ جا اترنا ہے

میں جانتا ہوں کہ ہیں کس قماش کے کچھ لوگ
مجھے تو ان سے ہمیشہ ہی دور رہنا ہے

نہیں ہے وقت مرے پاس کچھ کہوں ان سے
تو دشمنی کا بھلا کیا حساب کرنا ہے

نہ جانے لوگ ، رکھیں ان سے واسطہ کیونکر
انہوں نے زندگی میں جن کی زہر بھرنا ہے

خموش رہنا ہے عادت مری ، نہ اُکساؤ
جواب دوں یہ کہ اک روز سب نے مرنا ہے

ہیں ٹانگ کھینچتے ، کچھ لوگ ان کی ہے عادت
حسد کی آگ میں ، ان کا تو کام جلنا ہے

ہمیں تو چلتے چلے جانا ہے دعا کے ساتھ
ہمیں نگاہ میں رب کی اگر سنورنا ہے

مزاج اپنا بھی ٹھنڈا ذرا رکھو طارق
ندائے سگ سے فقیروں کا رزق بڑھنا ہے

••••••••

غزل

شعر ، اُس کو نہ پُر اثر کہنا
جو نہ سکھلائے شر کو شر کہنا

تم نے کیا کیا نقاب اوڑھے ہیں
سچ کو یوں جھوٹ ، سر بسر کہنا

پتھروں کے صنم بنا کر پھر
بت کدوں کو خدا کا گھر کہنا

ہاتھ میں ہاتھ دینا شیطاں کے
اور پھر خود کو معتبر کہنا

تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے
تم کو آساں نہیں بشر کہنا

خار رستے میں جو کہ بکھرائے
اس کو پھلدار پھر شجر کہنا

طارقؔ اتنا سمجھ نہ پاؤ گے
سیکھ لو شام کو ، سحر کہنا

••••••••

غزل

میں ہوں ، تم ہو
پھر کیوں ، گم ہو

سو جاؤں تو
کہتی قُم ہو

کر کے شکوہ
اب گُم سُم ہو

میرے بچوں
کی تمُ ام ہو

سیدھی ہو پر
کس کی دُم ہو ؟

غزل

ہم جہاں جاتے
غم وہاں جاتے

ڈھونڈنے کوئی
جانِ جاں جاتے

تشنہ لب تھے تو
کس کے ہاں جاتے

کھودنے پھر کیا
اک کنواں جاتے

جس جگہ آئے
دے اذاں جاتے

چھوڑ کے دل پھر
سب بُتاں جاتے

ٹوٹتے پتّے
لے خزاں جاتے

کاش نہ طارق
ہم وہاں جاتے

....

غزل

ہر سمت ہے سامان ہوا نوحہ گری کا
ماحول مگر کیوں ہے یہ آشفتہ سری کا

غفلت کے لحافوں میں پڑے سوئیں شب و روز
حق ان سے ادا کیسے ہو ، پھر ہم سفری کا

ہو گا جو حساب ان سے تو کس بات کا ہو گا
رکھتے ہیں بہانہ تو فقط بے خبری کا

جب لوٹ کے جائیں گے ، پذیرائی ملے گی
کچھ خوف نہیں اُن کو رہا پردہ دری کا

ہے جن سے توقع کہ مسیحائی کریں گے
بیمار ہیں ، ساماں ہی نہیں چارہ گری کا

سوچو تو ہے یہ سلسلہ کیونکر ہوا تخلیق
"آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا"

مُلّا نے بھی انکار شہادت سے کیا ہے
طارق اُسے لالچ تو دیا حور پری کا

....

غزل

دعا جو صبح کو کی تھی ، وہ میرے کام آئی
وہ بن سنور کے ، سرِ عرش کر سلام آئی

نگاہِ لطف نے مہمیز دی ہے جذبوں کو
محبّتوں کو عطا کر کے جو دوام آئی

جُنوں نے حسرتوں کے داغ دل میں چھوڑے ہیں
کہ آرزو بھی خرد کے ہے زیرِ دام آئی

کبھی جو قربتوں میں تیری دن گزارے ہیں
ہمیں ہے ، ان دنوں کی یاد پھر ، مدام آئی

ترے جو قرب کی خواہش بھی لب پہ آئی ہے
نہیں ہے بھول کے اپنا کبھی مقام آئی

سفر میں وقت کا احساس ہی نہیں رہتا
گزر چکا ہے جو دن ، زندگی کی شام آئی

گئے نہیں ہیں گلی میں جو اس کی ہم طارقؔ
نہیں ہے دل کی تمنّا بھی زیرِ بام آئی

....

غزل

خوشبو کو فضاؤں میں بکھرنا ہی پڑے گا
نغمہ ہے تو پھر لَے کو نکھرنا ہی پڑے گا

آداب جو سیکھے ہیں سنبھل کر ہی کریں بات
کچھ حفظِ مراتب بھی تو کرنا ہی پڑے گا

بیٹھا ہے بھلا کون ہمیشہ سرِ مقتل
اک دن ہمیں ، مسند سے اترنا ہی پڑے گا

گو ہم کو معانی سے سرو کار بہت ہے
پر گیت ہم آواز تو کرنا ہی پڑے گا

چلاّئے نہیں ! کیوں رہے خاموش ہیں اب تک
الزام کسی پر ہمیں دھرنا ہی پڑے گا

اب تم بھی تو حالات کے ہو رحم و کرم پر
سچ کہنے کے وعدے سے مُکرنا ہی پڑے گا

ظالم کے مقابل پہ کھڑا کوئی نہیں ہے
مظلوم کی آہوں سے تو ڈرنا ہی پڑے گا

طارق ہمیں کچھ اور ابھی صبر ہے کرنا
حالات کو آخر تو سُدھرنا ہی پڑے گا

••••••••

غزل

نہ جانے کب کہاں کس نے محبّت کر عطا ڈالی
قیامت خیز لیکن زندگی اُس نے بَنا ڈالی

کچھ اپنے پیار کا قصّہ سنایا دوستی میں جب
ہمیں تو داستاں اس نے رقابت کی بتا ڈالی

بدل ڈالا ہماری دوستی کو دشمنی میں ہے
ہمارے بیچ میں شیطان نے جب بھی اَنا ڈالی

ہم اس کے علم کے قائل ہوئے تھے جب سُنا اس کو
عقیدت دل میں پر اخلاق نے ہے ، بے بہا ڈالی

سنو وصلِ الٰہی کی گھڑی آتی ہے جب تم نے
وفا کرتے ہوئے گردن انا کی ہو کٹا ڈالی

فنا کرنا ہے اپنے آپ کو اس کی اطاعت میں
رکاوٹ جو بھی پھر رستے میں آئی وہ ہٹا ڈالی

محبّت کا کریں طارق بہت دعویٰ نبھائیں کم
بڑے پُر جوش تھے اب اس کی برسی بھی منا ڈالی

••••••••

غزل

کب تک اسیر ، گُل رہیں گے ، نوکِ خار کے
آئیں گے ، ہے یقین ہمیں ، دن بہار کے

ظالم کے ہاتھ وہ خدا پکڑے گا ایک دن
وعدے ہیں اس کے یاد ہمیں ، بار بار کے

آئے گا دفعتاً لئے لشکر وہ اپنے ساتھ
آخر کو ختم ہوں گے یہ دن انتظار کے

قادر خدا ہے حکمتوں والا ہے وہ عزیز
پوشیدہ بھید اس کے ہیں سب کاروبار کے

کرسی کو کب دوام ہوا ہے یہاں نصیب
منصب چھنیں گے کیا نہیں سب ، اختیار کے

ہیں ابتلا بھی اس کی محبّت کا اک ثبوت
ہر اک سے منفرد جو ہیں رنگ اس کے پیار کے

کرتے رہیں گے ہم دعا ، مشکل بہت ہے گو
دیکھو تو صبر کی کبھی گھڑیاں گزار کے

طارق کریں گے جو کہے گا میرِ کارواں
چلتے ہیں اک اشارے پہ اس کی مہار کے

••••••••

غزل

میں دنیا میں امن و اماں چاہتا ہوں
بہے خونِ انساں ، کہاں چاہتا ہوں

صلح و آشتی کا کُھلے کوئی رستہ
اثر جو کرے وہ زباں چاہتا ہوں

زمانے کے رہبر نے کب سے کہا ہے
نہ ہو جنگ پھر سے یہاں چاہتا ہوں

نہیں امن کی گفتگو کوئی سنتا
ہے کیا بھید اس میں ، عیاں چاہتا ہوں

مسلماں کے اندر ہوں اخلاق اعلٰی
میں ہر اک میں یہ خوبیاں چاہتا ہوں

محبّت ہے سب سے، کہ سیکھا یہی ہے
سبھی سب پہ ہوں مہرباں چاہتا ہوں

نہیں ہے کسی کی بھی نفرت جو دل میں
کسی قوم کا کب زیاں چاہتا ہوں

محبّت ہے انساں کی دل میں چھپی گر
خدا کی بھی دل میں نہاں چاہتا ہوں

••••••••

غزل

خدا کی قدرتوں کو ہر طرف عیاں دیکھو
ذرا سا جھانکو تو دل میں اسے نہاں دیکھو

نہ چین لینے دے تم کو تمہارے دل کی خلش
سکون ڈھونڈنے نکلو ، کہاں کہاں دیکھو

پڑا ہے واسطہ تم کو گلاب لوگوں سے
ہوا مہک سے معطّر ہے ، اک جہاں دیکھو

ہمارے نقشِ قدم پر چلے ہیں اور بھی لوگ
اِدھر اُدھر بھی ذرا کر کے جو دھیاں دیکھو

زمانہ کتنا بدل جائے گا یقین تو ہو
تم اپنے گِرد بدلتے ہوئے مکاں دیکھو

تمہارے گھر میں سکوں کی عظیم نعمت ہے
عجیب تم ہو کہ اب بھی یہاں وہاں دیکھو

ہے جستجو تمہیں منزل کی گر تلاش کرو
جو آگے لے گیا ہے ، میرِ کارواں دیکھو

ہمارا کام ہے طارق ، بتائے دیتے ہیں
زمیں پہ آیا مسیحا ، تم آسماں دیکھو

....

غزل

بِن عمل ، جو پڑھائی کرتا ہے
کیا یونہی سر کھپائی کرتا ہے؟

وہ شہنشاہوں سے بھی ہے افضل
اس کی جو بھی گدائی کرتا ہے

چاندنی تو بلائیں لیتی ہے
چاند کب بیوفائی کرتا ہے

جیسا بوتا ہے بیج ، ویسی ہی
فصل کی بھی کٹائی کرتا ہے

حسنِ ظن جب نہ ہو تعلّق میں
پھر تو یہ جگ ہنسائی کرتا ہے

تیشہ چلتا ہے کوہکن کا جب
حسن تب آشنائی کرتا ہے

دیکھنا عشق کی کہانی میں
کون کب لب کشائی کرتا ہے

منحصر ہے نتیجہ تو اس پر
کون دل کی صفائی کرتا ہے

چاک دامن لئے پھرا اب تک
وہ عبث اب سلائی کرتا ہے

وقت بتلائے گا ، کہیں ہم کیا
کون کس سے لڑائی کرتا ہے

کیا کہیں شعر ، اور ہم طارق
کہتے ہیں ، خود نُمائی کرتا ہے

....

غزل

کس کو ، طوفاں میں ، کہیں رستہ بتایا جائے
ناؤ منجدھار میں ہے اُس کو بچایا جائے

ہے تلاطم بھی اگر موجوں میں ڈرنا کیسا
دُور دریا نہیں اُس پار تو جایا جائے

تیرہ شب میں ہے اگر چاند کو بجھوایا گیا
کیا ضروری نہیں اُس نُور کو پایا جائے

پالتے رہنے سے نفرت کے دلوں میں کیا ہو
دل میں پودا تو محبّت کا لگایا جائے

کیا ضروری ہے جلیں ضوَ کے لئے گھی کے چراغ
گر نہ ہو یہ تو دیا ، گھر میں جلایا جائے

سچ اگر بولیں تو سُولی کا ہے خطرہ سر پر
پر یہاں جھوٹ کو سچ کہہ کے بُلایا جائے

طارق انوار کا دریا ہوا جاری دیکھو
جو نہیں جانتے اُن سب کو بتایا جائے

••••••••

غزل

دل میں اک درد کی لذّت کے سوا کچھ بھی نہیں
اور چہرے پہ بجھارت کے سوا کچھ بھی نہیں

سرِ مقتل وہ جو خود چل کے گیا ہے لوگو
جُرم اس کا تو محبّت کے سوا کچھ بھی نہیں

ہم عبث کہتے رہے ، تیرے لئے جیتے ہیں
زندگی تیری عنایت کے سوا کچھ بھی نہیں

اُس نے تیرے لئے تسخیر کیا دنیا کو
اور ترے پاس شکایت کے سوا کچھ بھی نہیں!

وہ جو تاریخ سے دیتا ہے مثالیں تو کہو
داستاں ہے یہ حکایت کے سوا کچھ بھی نہیں

چھوڑ کر دنیا ، یہ دولت تو ملا کرتی ہے
تم جو کہتے ہو ، ولایت کے سوا کچھ بھی نہیں

میں نے سوچا تھا محبّت بھی ملے گی طارق
پر ترے پاس ریاضت کے سوا کچھ بھی نہیں

••••••••

غزل

ہم مسافر آ گئے ، مستانہ تیرے شہر میں
لوگ سمجھے ہیں ، ہمیں بیگانہ تیرے شہر میں

آگئے ہیں اب یہاں سے ہم پئیں گے عمر بھر
مل گیا ساقی جہاں ، مے خانہ تیرے شہر میں

اُن کی مت پوچھو ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں جاں
پیش کر دیتے ہیں جو نذرانہ تیرے شہر میں

اب محبّت پر یقیں آ جائے گا شاید تمہیں
اک حقیقت بن گئی افسانہ ، تیرے شہر میں

ساتھ تُو لایا ہمیں ، اتنا بھروسہ تجھ پہ ہے
ہم نے سیکھا ہی نہیں چلّانا تیرے شہر میں

جانتے ہو عشق میں پروا ہے کس کو جان کی
جب جلی مشعل ، جلا پروانہ تیرے شہر میں

نام تیرا لے کے ہم جس جس گلی میں بھی گئے
پایا ہم نے ہر کوئی دیوانہ تیرے شہر میں

اک جہاں طارق ، سخن کا تیرے ، گرویدہ ہوا
تجھ کو لوگوں نے نہیں پہچانا تیرے شہر میں

••••••••

غزل

تم سے لگائی شرط جو ہاری نہیں کبھی
کہہ دو گے یاد آئی تمہاری نہیں کبھی

سچ سچ بتاؤ تم کہ ہوا ہے یہ حال کیوں
کاجل سے آنکھ بھی تو نکھاری نہیں کبھی

جینے لگے تھے ہم بھی مگر تم گئے تو پھر
ہم کو رہی یہ زندگی پیاری نہیں کبھی

سانسوں کا سلسلہ ہے سو جاری ہے اب تلک
ہم کو لگا یہ بوجھ تو بھاری نہیں کبھی

سنجیدہ گفتگو بھی غزل میں ہوئی مگر
یہ حسن و عشق سے رہی عاری نہیں کبھی

ہم نے بھی جس کے نام کبھی کی تھی زندگی
گزری ہے اس کے بِن یہ گزاری نہیں کبھی

پیغام تم کو دینا پڑا ہے کہ آؤ گے
کیا اس سے پہلے تم نے کی ، یاری نہیں کبھی

طارؔق خیال و خواب سے ہے ماورا حیات
سمجھا کوئی بھی اصلیّت ساری نہیں کبھی

....

غزل

مہنگی بات ہے سستے دام
خوشیوں کے ☆توأم آلام

دل سے نکلی آج دعا
رادھا کو مل جائے شام

لے کر پھرتے ہیں کتنے
چُھری بغل میں منہ میں رام

پا جائے گا سچ تُو بھی
ڈھونڈے اُس کو جو ہر گام

کاگا کے بچے پالے
کوئل کا نیکی ، پیغام

ناداں مفت میں رائے دے
چپ رہنا ، دانا کا کام

منزل ہم کو ڈھونڈے گی
چلتے جانا اپنا کام

آج نہیں تو کل جانا ہے
رہتا ہے یاں کون مدام

فانی ہے ہر چیز یہاں
پاتا ہے یاں کون دوام

گو گھنے پر قدغن ہے
پھر بھی سب کو کہیں سلام

قدرت کی تقسیم ہے یہ
کام یہاں اُس پار آرام

طارق نے شہکار غزل
کہہ کر کر دی اُس کے نام

☆ تَواَم : جُڑواں

••••••••

غزل

شعر میں اب جو خیالات، نہ ڈھلنے پائیں
فکر ہو جائے نہ حالات سنبھلنے پائیں

ایسے حالات سے جب ہم نہ نکلنے پائیں
ہم تو رک جائیں وہیں آگے نہ چلنے پائیں

حرف ، قرطاس پہ تحریر کے محتاج نہیں
کھوئیں الفاظ بھی گر ، ہاتھ نہ ملنے پائیں

گر یہ عالم ہو تو مایوسی کی حد ہوتی ہے
جب دیئے آس کے ، آنکھوں میں نہ جلنے پائیں

کیسے امّید رکھیں تجھ سے بھلائی کی میاں
جب کہ بے کس بھی ترے گھر سے نہ پلنے پائیں

کوئی قانون نہیں جھیل میں ایسا رائج
تا کہ مچھلی کو مگر مچھ نہ نگلنے پائیں

اپنے دشمن کی تباہی کا یہ ساماں ہو گا
ان میں اچھے کوئی اطوار نہ پھلنے پائیں

طارق انسان کی خدمت جو کیا کرتے ہیں
پھر عذاب ان سے بھلا کیسے نہ ٹلنے پائیں

••••••••

غزل

کچھ نہ کچھ اپنا ، تعارف تو کرایا جائے
اگلی نسلوں سے تعلّق کو بڑھایا جائے

یوں نہ ہو آپ کا بھی مول لگا دے کوئی
خود کو ایسے تو نہ بازار میں لایا جائے

چاہئے پیار نصابوں میں بھی شامل کر لیں
یہ نصیبوں سے ملے ، درس پڑھایا جائے

کچھ محبّت کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
جس کو ہو جائے اُسے اتنا بتایا جائے

پوچھا جائے کسی عاشق سے کٹھرے میں کبھی
کون ہے اتنا حسیں ، سامنے لایا جائے

منہ سے جب دعوئِ توحید کیا جاتا ہے
دل سے پھر سارے بتوں کو بھی ہٹایا جائے

دوڑ دنیا کی لگی ، فاصلے ڈالے جس نے
شہر کو شہر کے لوگوں سے ملایا جائے

نفرتیں قابلِ تقلید نہیں ہیں یارو
کچھ محبّت کو بھی آپس میں بڑھایا جائے

پیار کی راہ پہ منزل کا پتہ ملتا ہے
کیوں نہ کچھ دیر کو اِس راہ پہ جایا جائے

صاف اگر دل کو کریں ، سارے محبّت کر لیں
مسئلہ اپنی انا کا نہ بنایا جائے

طارقؔ آئینہ اگر دیکھیں تو سچ کہتا ہے
آئینہ خود کو ، ضرورت ہے ، دکھایا جائے

....

غزل

تُو نے چھوڑا نہ کبھی ہم پہ عنایت کرنا
ہم نے بھی سیکھا نہیں شکوہ شکایت کرنا

بیٹھے رہتے ہیں تری بزم میں آ کر خاموش
ہم تو اس کو بھی سمجھتے ہیں عبادت کرنا

ظلم سے روک نہیں پائے اگر ظالم کو
دل نے چھوڑا ہی نہیں ہم کو ملامت کرنا

پیار مظلوموں سے ، نفرت ہے ہمیں ظالم سے
ظلم کی ہم کو نہیں آتا حمایت کرنا

مسکراتے ہوئے ملتے ہیں جو ہر ایک سے ہم
اس نے سکھلایا ہمیں ایسی سخاوت کرنا

ہم نے ہر حال میں مالک سے وفا سیکھی ہے
کام شیطان کا ہوتا ہے بغاوت کرنا

آج مظلوم کے حق میں جو نہ اُٹّھی آواز
کل کو جو ہو گا نہ پھر اُس کی شکایت کرنا

طارق آزادیٔ اظہار یہاں ہے بولو
اب بھی چپ رہنا ہے ، ظالم کی حمایت کرنا

....

غزل

کب یہ بدلے گی شب ، سویروں میں
بیٹھے کب تک رہیں ، اندھیروں میں

شمع بیکار تو نہیں جلتی
سارے شامل ہوں اس کے پھیروں میں

مثلِ پروانہ جاں لُٹائیں جب
ہوں گے شامل تبھی دلیروں میں

ہو گئی شام ، ہے کہاں منزل
ڈھونڈتے تھے جسے سویروں میں

کرنے آئے طواف کعبہ کا
پڑ گئے اس جہاں کے پھیروں میں

ہم کو بزدل بنا دیا کس نے
تھا ہمارا شمار شیروں میں

گھر سے نکلے نہیں تھے جو اب تک
کب سے بیٹھے ہیں جا کے ڈیروں میں

اُن کو شیطان گر نہ بہکاتا
وہ بھی کہلائے جاتے ، تیروں میں

نگہِ مرشد کا ہے کمال ہوا
سیب طارق ہے جیسے بیروں میں

غزل

جانتا ہوں میں مقدّر کا سکندر تو نہیں
میرے افکار ارسطو کے برابر تو نہیں

ہیں بہت موتی تہہِ آب ، صدف کے اندر
گو مری سوچ کی گہرائی سمندر تو نہیں

صاف دل رکھتا ہوں پاکیزہ تصوّر ہیں مرے
دل مرا گرچہ کوئی مسجد و مندر تو نہیں

ہے بھروسہ جو تری ذات پہ رکھتا ہوں یقیں
جس سے لَوٹے کوئی خالی وہ ترا در تو نہیں

حوصلہ مجھ کو دیا تُو نے ہے گویائی کا
عرش تک پہنچے صدا ، حد کوئی امبر تو نہیں

جائزہ اپنا کبھی لے کے یہ بتلاؤں گا
رنگ اس کا ہی مرے خون کے اندر تو نہیں

مان لیتا ہوں کہے تُو جو ، تسلّی کر کے
یہ صدا آئی جہاں سے کوئی منبر تو نہیں

یہ جو دل تیری طرف کھنچتا چلا جاتا ہے
تیرے انوار کا ، اطوار کا مظہر تو نہیں

طارقؔ اوروں کی طرف دیکھ کے بھی شکر کرو
جو ملا تم کو سبھی کو وہ میسّر تو نہیں

غزل

محبّت کا صلہ دینے میں کتنا وقت لگتا ہے
ذرا سا مسکرا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

فقیروں سے دعا لینا بھی مشکل تو نہیں ہوتا
خدا کو پر صدا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

گزر جاتی ہیں عمریں تب کہیں بنتا ہے گھر کوئی
کسی کا گھر جلا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

جنوں میں چھوڑ دیتے ہیں مسافر راستہ اپنا
تو ان کو راستہ دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

اگر ہوں درمیاں رشتوں کے ، حائل بت اناؤں کے
تعلّق پھر بنا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

نہیں مشکل یہ کہہ دینا، ہوا ایسا ہوا ویسا
غلط فہمی مٹا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

خطا کر کے جو شرمندہ ہو ں توبہ پر بھی ہوں مائل
خطا کو پھر بُھلا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

دلوں میں بغض و کینہ ، نفرتیں مٹنے نہ دے لیکن
کدورت کو مٹا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

لگے ڈھارس بندھانے میں خلوصِ دل سے ہمدردی
کسی کو حوصلہ دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

کسی کو بھول جانے کے لئے درکار ہوں صدیاں
مگر رنجش بُھلا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

کسی کو گھر بنانے میں گزر جاتے ہیں سالوں بھی
اسی گھر کو گرا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

ہوئی ہو گی خطا مجھ سے ، مگر ہے پیار بھی تجھ سے
بھلا طارقؔ ، بتا دینے میں کتنا وقت لگتا ہے

....

غزل

بے کسی ہے ، بے بسی ہے ، بے یقینی تو نہیں
ظلم نے ایماں کی دولت مجھ سے چھینی تو نہیں

سوچ کا انداز ہونا مختلف ہی جُرم ہے
بن گئی ہجرت کا باعث ، بے زمینی تو نہیں

سچ کو سچ کہنے کا مجھ پر دھر دیا الزام ہے
سوچتا ہوں سوچ ہی اس کی کمینی تو نہیں

خود مجھے کر کے الگ ، کہتے ہو ٹکڑے کر دیا
ہوں سیاست سے پرے ، یہ دور بینی تو نہیں

جھوٹ کی تم کو پسند آئی ہیں میٹھی گولیاں
سچ کی پھر کڑوی دوا یہ تم نے پینی تو نہیں

شعر میں ہو قافیہ پیمائی تو یہ دیکھ لو
اس میں کچھ پوشیدہ معنی آفرینی تو نہیں

صاف لفظوں میں بیاں کرتا ہوں طارق جو کہوں
بات سیدھی ہے کسی پر نکتہ چینی تو نہیں

....

غزل

کس قدر رشک ہے اس شخص پہ آیا صاحب
کون خُوشبخت تِری نظروں کو بھایا صاحب !!

کون دنیا میں رکھا کرتا ہے رشتوں کا لحاظ
کس کو پہچان ہے کون اپنا ، پرایا صاحب

عقل سے ہم کو گلہ ہے نہ خرَد سے شکوہ
تم نے اس حال میں دل اپنا چُرایا صاحب

ہم شکایت بھی کریں جا کے بتا کس سے کریں
تم نے بے چین کیا ، ہم کو ستایا صاحب

اور کس کس سے کہیں درد کہاں ہوتا ہے
ہم نے اس دل کو دکھی پہلے ہی پایا صاحب

طارقؔ اس عشق میں رسوائی سے ڈرنا کیسا
ہجر یا وصل ، مقدّر تو بنایا صاحب

....

غزل

ہمارے ہاتھ میں قسمت ، تھمی ہر گز نہیں آتی
کوئی دیکھا نہیں جس کو ، غمی ہرگز نہیں آتی

عطا کر دی ہے انساں کی محبّت جس کو مولٰی نے
یہ دولت جس قدر بانٹے ، کمی ہر گز نہیں آتی

لہو معصوم بچوں کا بھی بہتے دیکھ کر ، ظالم
تری آنکھوں میں ، کیا سچ مُچ ، نمی ہر گز نہیں آتی

تعصّب کو اگر انصاف کے پانی سے دھویا ہو
نظر ، تہہ دل پہ نفرت کی ، جمی ہر گز نہیں آتی

اگر سیکھا نہیں شیطان کی باتوں کو ردّ کرنا
تو طارقؔ ، عمر بھر کرنا رمی ہر گز نہیں آتی

••••••••

غزل

پیار کی جو زبان جانتا ہے
اس کو یہ جگ مہان جانتا ہے

وہ دیا جس نے اپنے ہاتھوں سے
کون دیتا ہے دان جانتا ہے

کس کی نیّت میں کھوٹ ہے اور کیا
وہ جو لے امتحان جانتا ہے

کیوں نہیں کاروبار سے روکا
ہے تجارت میں شان جانتا ہے

سُود پر کیوں لگائی پابندی
کیا ہے سود و زیان ، جانتا ہے

وقت آیا تو آگے خود بڑھ کر
کون دے دے گا جان جانتا ہے

جس کو جذبات پر رہے قابو
ہے وہی پہلوان ، جانتا ہے

ہے توجّہ کا مستحق طارقؔ
وہ تو کرنا دھیان جانتا ہے

••••••••

غزل

انجانا سا اک خوف اتر کیوں نہیں جاتا
جو دل میں ہے بیٹھا ہوا ڈر کیوں نہیں جاتا

فرصت ہو اگر تم کو تو اتنا کبھی سوچو
گھر اپنا ہو جس کا تو وہ گھر کیوں نہیں جاتا

کٹتا نہ سفر ہو تو یہ سوچے گا مسافر
منزل کا ہے رستہ تو اُدھر کیوں نہیں جاتا

جو دیکھتا سنتا ہے وہی ان کا خدا ہے
اس سمت خیال ان کا مگر کیوں نہیں جاتا

دربار میں حاکم کے صدا دے کے تو دیکھے
بندہ ہے اسی کا تو ، بشر کیوں نہیں جاتا

بندوں نے تو در اپنے سبھی بند کئے ہیں
جب اس نے کھلا رکھا ہے در کیوں نہیں جاتا

ہیں داغ جو چہرے پہ چھپائے گا کہاں تک
تاریخ ہے آئینہ ، سُدھر کیوں نہیں جاتا

طارقؔ کبھی مظلوم سے جیتا نہیں ظالم
پر اب یہ کٹھن وقت گزر کیوں نہیں جاتا

....

غزل

نہ علم کی نہ شرافت کی ہے ضیا بخشے
یہ مال و دولتِ دنیا کسی کو کیا بخشے

رہا ہے ظلم پہ خاموش جو تماشائی
صدا اُٹھائے زمانہ ، خدا حیا بخشے

یہ تیرہ شب ہے طوالت میں بڑھتی جاتی ہے
عطا ہو روشنی دل کو ، خدا دیا بخشے

زمانہ کر رہا ہے آگہی کا ساماں خود
دعا ہے عقل کو بھی اب خدا جِلا بخشے

بلٰی کا عہد کیا اور بُھلا دیا اس نے
رہے جو یاد تو انسان کو وفا بخشے

خدا کرے کہ دعائیں قبول ہوں اس کی
کہے کسی کے لئے جو ، اُسے خدا بخشے

رہی ہے میری تمنّا مرا خدا مجھ کو
اثر ہو جس میں کچھ ایسی مجھے صدا بخشے

میں کر رہا ہوں خدا سے یہ التجا کہ مرا
عمل قبول کرے اور کہا سنا بخشے

سرہانے بیٹھ کے طارق کہیں گے سب اک دن
وہ شخص جیسا بھی تھا ، تھا نڈر ، خدا بخشے

غزل

دوستی سے بڑھ کے سمجھا ہی کوئی رشتہ نہ تھا
دوست یوں بن جائیں گے دشمن ، کبھی سوچا نہ تھا

فرق تھا اُس سے عقیدے میں ، ہوا جس سے فراق
اس سے پہلے وہ خفا مجھ سے کبھی ہوتا نہ تھا

بارہا مجھ سے کہا اس نے کہ پہلے تو کبھی
اس قدر خوشبو سے دل کا یہ چمن مہکا نہ تھا

بیوفائی کا مجھے الزام ، سن کر دے دیا
وہ محبّت کا فسانہ جس کا میں حصّہ نہ تھا

حاسدوں نے اس کو مجھ سے ایسا بدظن کر دیا
میں نے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ، سنتا نہ تھا

غیر کی صحبت نے بیگانہ کیا مجھ سے اسے
ایسے غیروں کی طرح ، پہلے تو وہ ملتا نہ تھا

دل پہ پتھر رکھ کے میں نے الوداع اس کو کہا
مسکراہٹ تھی لبوں پر دل مرا ہنستا نہ تھا

اس کو شکوہ تو ہوا تھا گردشِ ایّام سے
اس کا چہرہ بولتا تھا منہ سے کچھ کہتا نہ تھا

اس کے اندر جب رہا ، بن کر رہا اس کا وجود
ماں نے بچے کو فقط کچھ سال تک پالا نہ تھا

عشق جس کو نام دیں طارق ہے یہ دیوانگی
دل دھڑکتا تھا مرے سینے میں پر ، میرا نہ تھا

••••••••

غزل

پادری ، ملّا ، سیاست کے مصاحب ٹھہرے
بے وجہ ظلم کا باعث ہیں مذاہب ٹھہرے

جب کبھی خوفِ خدا یاد دلایا میں نے
میرے اشعار کے ظالم ہیں مخاطب ٹھہرے

جب مقابل پہ ہوں فرعون زمانے کے کھڑے
بیٹھ کر گفت و شنید ان سے مناسب ٹھہرے

ان کو طاقت کا نشہ ، دعویٰ خدائی کا ہے
پھر تو زیبا ہے خدا ان کا محاسب ٹھہرے

چاہیئے ظلم کو روکیں ، کریں آواز بلند
جن پہ نظریں ہیں ، بڑے جن کے مناصب ٹھہرے

ہوں پسندیدہ عمل قربِ خدا کا باعث
ہیں بڑے نیکی کے بدلے میں مراتب ٹھہرے

جن کا قبضہ ہے معیشت پہ ، صحافت ان کی
ہیں وہی لوگ تو دنیا میں مہذّب ٹھہرے

طارقؔ اس بات کی اب کس کو سمجھ آتی ہے
چور کو چور کہا جس نے ، محارب ٹھہرے

••••••••

غزل

تشنگی دل کی دور کی جائے
اس کی آنکھوں سے آج پی جائے

ایک مدّت ہوئی ملے اس کو
حاضری اس کے گھر پہ دی جائے

کون اس در سے خالی جائے ہے
کیوں نہ اس کی دعا ہی لی جائے

کیا کریں آرزو یہ جینے کی !
اور کچھ روز دل میں جی جائے

عزّتِ نفس سب کو پیاری ہو
گر ہوئی تار تار ، سی جائے

ہجر کی پڑ نہ جائے عادت یوں
خواہشِ وصل ، دل سے ہی جائے

جا کے دل پر اثر کرے گہرا
بات اس رنگ میں کہی جائے

غیر کو بھی وہ مت کہیں طارق
جس سے عزّت ، رہی سہی جائے

....

غزل

حکمرانوں کے محل جو باعثِ عظمت بنے
بن کے کھنڈر اب وہی ہیں باعثِ عبرت بنے

جب یقیں ہے آخرت کی نعمتیں ہیں لا زوال
طمعِ دنیا کس لئے پھر باعثِ حسرت بنے

مال و دولت کی کبھی کثرت بھی ہو اک امتحاں
پُر تعیّش زندگی ہی ، باعثِ غربت بنے

ہر کوئی چاہے کہ اس کے نام کا ڈنکا بجے
کون چاہے ظلم اس کا ، باعثِ شہرت بنے

علم ، صیقل ہو اگر اس پر عمل ہوتا رہے
اور حصولِ معرفت پھر ، باعثِ جنّت بنے

شوق ہو سیر و سیاحت کا جسے توفیق ہو
دیکھے تو کتنے عجوبے ، باعثِ حیرت بنے

ہم نے جب کر لی ہیں پوری ساری ذمّہ داریاں
اب تو دنیا کی سیاحت ، باعثِ راحت بنے

ہم کو دیں طارقؔ خدا نے ہیں بہت سی نعمتیں
پر خدا ہی کی محبّت باعثِ لذّت بنے

••••••••

غزل

سوچ تو ! ہے باعثِ ناکامیٔ تدبیر کون
روٹھ جائے جب خدا بدلے تری تقدیر کون

قتل کر کے اس لئے آزاد ہم کو کر دیا
خوں لگے ہاتھوں سے اب پہنائے گا زنجیر کون

کچھ نہ کچھ کوتاہیاں سرزد ہوئی ہم سے بھی ہیں
اس قدر لکھتا ہے ورنہ خونچکاں تقدیر کون

کچھ انوکھی بات لکھی جائے تو دل کو لگے
چونکتا ہے ورنہ پڑھ کے عام سی تحریر کون

لوگ سنتے ہیں توجّہ سے اُسے ، مقبول جو
دیکھتے ہیں کر رہا ہے اس گھڑی تقریر کون

کون تھا گمنام ، جس کو جانتا کوئی نہ تھا
کر رہا ہے اس کی دنیا بھر میں اب تشہیر کون

ہم کسی پر اس لئے الزام دھر سکتے نہیں
"پابہ گِل ہیں سب ، رہائی کی کرے تدبیر کون"

دل میں اظہارِ بیاں کی بھی تو جرات چاہئے
دیکھ کر حالات یہ ہوتا نہیں دلگیر کون

طارق آزادی کی خاطر کام دے گفت و شُنید
دور بدلا ، ہاتھ میں لیتا ہے اب شمشیر کون

غزل

خدا نے تجھ کو عطا کتنی نعمتیں کی ہیں
کہ اپنے بندے سے بے حد محبّتیں کی ہیں

میں سوچتا ہوں سبب اس کا ہو گا کچھ آخر
کہ اس نے مانگے بنا ہی تو رحمتیں کی ہیں

مری حقیر سی کوشش کو بھی نوازا ہے
معاف کر کے خطائیں عنایتیں کی ہیں

قدم قدم پہ مجھے راستہ دکھایا ہے
جہاں پہ بھول گیا ہوں ہدایتیں کی ہیں

دلوں میں اوروں کے ڈالا مری محبّت کو
مرے نصیب میں ایسے بھی الفتیں کی ہیں

کبھی جو نفرتوں نے دل میں سر اٹھایا ہے
تو اس نے صاف دلوں سے کدورتیں کی ہیں

دلوں میں اُس نے ہی احساس یہ جگایا تھا
یہ والدین نے مجھ پر جو شفقتیں کی ہیں

یہی ہے کام فرشتوں کا ، سو وہ کرتے ہیں
میں کیسے ان سے کہوں کیوں شکایتیں کی ہیں

کہیں جو آئیں کبھی آزمائشیں مجھ پر
مرے لئے سبھی آساں مصیبتیں کی ہیں

کیا ہے صرفِ نظر میری لغزشوں سے بھی
قبول اس نے جو اکثر عبادتیں کی ہیں

ہے طارق اس کی محبت کا یہ بھی اک انداز
تبھی تو اجر کا باعث صعوبتیں کی ہیں

....

غزل

دلِ کُشتہ ، کسی کو دے دیا ہے
تو کیا دھوکہ ، کسی کو دے دیا ہے

کہاں تک ہجر کا دُکھ ، دل میں رکھتے
یہ دُکھ اپنا ، کسی کو دے دیا ہے

کہاں سے لائیں اب جا کر دل اک اور
جو اپنا تھا کسی کو دے دیا ہے

قرار اپنے ہی دل کو دے نہ پائے
تو کرتے کیا ، کسی کو دے دیا ہے

ضروری تو نہیں دل ، پاس رہتا
نہیں رکھّا ، کسی کو دے دیا ہے

دل اپنے پاس رکھتے ، ٹوٹ جاتا
کِیا اچھا ، کسی کو دے دیا ہے

نہیں ہے دردِ دل طارق جو باقی
گلہ شکوہ ، کسی کو دے دیا ہے

••••••••

غزل

کاش ہم در بدر گئے ہوتے
ڈھونڈنے تیرا گھر گئے ہوتے

حسن دیوانہ ، گر نہ کر دیتا
پیار کرنے سے ڈر گئے ہوتے

کوئی سنتا نہ داستانِ وفا
لوگ اتنے بکھر گئے ہوتے

ڈوبتی سوھنی نہ گر اک میں
کتنے دریا بپھر گئے ہوتے

لیلیٰ مجنوں نہ دشت میں پھرتے
دونوں چپ چاپ گھر گئے ہوتے

عشق کے امتحاں کی چوٹی کو
لوگ کرنے نہ سر گئے ہوتے

چاند کے ساتھ تارے شب بھر تھے
یوں نہ وقتِ سحر گئے ہوتے

پیار کی راہ پر نہ چلتے اگر
جانے کب کے گزر گئے ہوتے

دل سے چاہت نہ ہم اگر کرتے
یوں نہ جان و جگر گئے ہوتے

اپنی یادیں وہ ساتھ لے جاتے
طارقؔ ! احسان کر گئے ہوتے

••••••••

غزل

کچھ اور گہرے ، دل پہ لگے وار ، ہو گئے
اب تو عزیز ہجر کے آزار ہو گئے

تھے انتظار میں کہ کوئی چارہ گر ملے
تیرے فراق میں کئی بیمار ہو گئے

گھائل ہوئے تو گِر گئے تیرے حضور میں
تیرِ نظر دلوں کے ہیں جو پار ہو گئے

ہے سِحرِ حسن یا کہ ہے احسان کا اثر
سب جان و دل گنوانے کو تیّار ہو گئے

مانا سفر کٹھن تھا مسافت تھی دُور کی
اب قُرب تیرا پانے کے آثار ہو گئے

جب چل دیے تو قافلہ بڑھتا چلا گیا
جو ایک تھا وہ اب کئی ہزار ہو گئے

طارق ہوا ہے اس کے جو بھی عشق میں فدا
اس کے لئے صنم کدے بیکار ہو گئے

....

غزل

بے ہُنر کو عقل دے کر با ہُنر کس نے کیا
اک شجر کو پھول دے کر با ثمر کس نے کیا

اس جہاں سے ہم چلے جاتے اسے جانے بِنا
بھیج کر اپنے پیمبر ، باخبر کس نے کیا

کس نے بھیجا دن کو سورج ، دی توانائی ، ضیا
جب گیا وہ رات بھر ، روشن قمر کس نے کیا

دیکھتا ہے اُس کے بندوں نے جو پائیں نعمتیں
شُکر کر کے ذِکر پھر شام و سَحَر کس نے کیا

عمر بھر جس نے مرا ہر وقت رکھا ہے خیال
جان اوروں میں بھی ہے ، مجھ کو بشر کس نے کیا

کر دیا کتنوں کو اس نے نعمتوں سے مالا مال
کچھ کہیں کہ ان کو ہے بے مال و زر کس نے کیا

وہ جو اپنے گھر میں بیٹھے تھے سکون و چین سے
ایک پل میں ان کو بے گھر، دربدر کس نے کیا

کیوں نہ طارق شکر کے سجدے کریں ہم ہر گھڑی
بند اپنا لمحہ بھر کو بھی نہ در ، کس نے کیا

••••••••

غزل

دھڑکتا ہے اگر دل تو وہ پتھر ہو نہیں سکتا
غلط کہتے ہیں پیار اس میں اُجاگر ہو نہیں سکتا

اگر ماؤں سے بڑھ کر پیار کا دعوٰی کسی کو ہو
محبّت میں کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا

جو صحبت میں رہے پھولوں کی ، خوشبو اس سے آتی ہے
گلوں سے دُور رہ کر تُو ، معطّر ہو نہیں سکتا

اگر اک بار تیرے پیار کی نظریں پڑیں مجھ پر
تو میں کیونکر مقدّر کا سکندر ہو نہیں سکتا

عمل واعظ نہیں کرتا اگر اپنی ہی باتوں پر
یقیناً پھر تو وعظ اس کا مؤثّر ہو نہیں سکتا

صدا اُس سے جو آتی ہے تو لے کر ساتھ جاتی ہے
اُسے ملنا کسی صورت مؤخّر ہو نہیں سکتا

عَبَث دعوٰی ہے اس کا آشنائی ہے اسے تجھ سے
نہیں ہے معرفت جس کو ، قلندر ہو نہیں سکتا

تجھے طارق ہزاروں لوگ سننے کو چلے آئے
سنا ! ، موقع کوئی بہتر میسّر ہو نہیں سکتا

••••••••

غزل

یہ جو حرکت ہے یہ ، از روزِ ازل لکھی ہے
ہے وہ گردش کہ نہ ہو جس میں خلل لکھی ہے

دائرے سارے مقرّر ہیں جہاں چلنا ہے
اس کی تعمیل بِلا ردّ و بدل لکھی ہے

تا ابد کس کی رفاقت ہے رہی دنیا میں
سب کی تقدیر میں آخر کو اجل لکھی ہے

اُنس کا یوں تو مرکّب ہے جو انسان ہے وہ
پھر بھی دنیا میں بہت جنگ و جدل لکھی ہے

آج تک میں یہ معمّہ نہ سمجھ پایا ہوں
وہ کوئی اور ہے جس نے مری کَل لکھی ہے

مجھ کو تدبیر کا مختار بنایا لیکن
ہو وہی چاہے جو ، تقدیر ، اٹل لکھی ہے

ہم ترے حسن کی تعریف میں کچھ کہہ دیں گے
لوگ سمجھیں گے کہ طارق نے غزل لکھی ہے

....

غزل

دل میں حسرت ہے نہ کوئی آس ہے مل جائے وہ
پھر طلب ہے کیوں ، ابھی تک پیاس ہے مل جائے وہ

مانگتا ہوں کیوں دعا اس کے لئے میں اب تلک
دل کے جو نزدیک بندہ خاص ہے مل جائے وہ

یہ ضروری تو نہیں ریکھائیں مل جائیں سبھی
ہاں خصوصاً وہ مجھے جو راس ہے مل جائے وہ

تجھ کو آزادی سے کیا، تیری خوشی تو اس میں ہے
تُو سمجھتا خود کو جس کا داس ہے ، مل جائے وہ

آس پاس اس کے رہیں ہم ، وہ چمن کا ہے گلاب
ارد گرد اس کے جو ہوتی باس ہے ، مل جائے وہ

عاجزی ہو گر ملے بندے کو اک اعلٰی مقام
کوہ پر ، تلسی اگرچہ گھاس ہے ، مل جائے وہ

گرچہ رکھتا ہے خِرَد غالب ، سدا جذبات پر
ہاں مگر طارق کو یہ احساس ہے ، مل جائے وہ

....

غزل

رنگ بکھریں جو فلک پر وہ دھنک ہوتی ہے
ٹیس اُٹھتی ہے جو دل میں وہ کسک ہوتی ہے

وہ جو سونے نہیں دیتی شبِ تنہائی میں
اپنے پوشیدہ گناہوں کی کھٹک ہوتی ہے

شور ہوتا ہے مرے کانوں میں سنّاٹے سے
غور کرتا ہوں تو وہ دل کی دھڑک ہوتی ہے

خوف لاحق ہے سزا کا ، نہیں مائل بہ گنہ
جو بچا دیتی ہے شعلوں کی لپک ہوتی ہے

حرص تھی ہی نہیں جنّت کی ، کہ نیکی کرتا
میرا مقصد تو فقط اس کی جھلک ہوتی ہے

میں نے بھی سیکھ لیا تم سے معافی کا طریق
درگزر کر نے سے کیا میری ہتک ہوتی ہے؟

تُو عطا کرتا ہے اتنا ، نہ سنبھالا جائے
اور مانگوں بھی تو کیا مجھ کو جھجک ہوتی ہے

لوگ کم سادہ ترے جیسے ملیں گے طارق
ان کی تعداد تو آٹے میں نمک ہوتی ہے

••••••••

غزل

خدا کو کھو دیا ہے اس کا عکس ڈھونڈتا ہے
بگولہ خاک کا کیا ، کر کے رقص ڈھونڈتا ہے؟

اگرچہ دیر ہوئی اس سے ملاقات ہوئے
اسی کے ہاتھ کا وہ اب بھی لَمس ڈھونڈتا ہے

ملی ہے جس کو سخاوت کی خوبی ورثے میں
کسی غریب کو وہ کھا کے ترس ڈھونڈتا ہے

جسے گلہ ہے ہواؤں کے تیز چلنے کا
ہوا کا جھونکا کوئی وقتِ حبس ڈھونڈتا ہے

چلی ہے رسم نئی میرے شہر میں الٹی
جو بے وفا ہے محبّت کا درس ڈھونڈتا ہے

حصولِ علم کی خاطر جو گھر سے آیا تھا
وہ نوجوان یہاں گانجہ چرس ڈھونڈتا ہے

اسے ہے ڈھونڈنا ان میں سے ایک رہبر کو
امین ہو کوئی ایسا وہ شخص ڈھونڈتا ہے

ہے اس زمانے میں جو دور نفسا نفسی کا
یہ طارق اب کوئی بندہ ، بے نفُس ڈھونڈتا ہے

••••••••

غزل

حد ہوئی، رحم کی برسات ، نئی کی جائے
پیش بندی ، ہوں نہ آفات ، نئی کی جائے

جھولیاں چھوٹی پڑیں دینے پہ آئے جب تُو
تیرے کرنے کی عطا ، بات نئی کی جائے

ہم نے دیکھا ہے دعاؤں میں اثر ہوتا ہے
پھر دعا ، بدلیں یہ حالات ، نئی کی جائے

نفسِ امّارہ ابھی تک نہیں آیا قابو
اب ارادہ ہے کہ پھر ، گھات نئی کی جائے

دلفریب اور گنہ جب سے ہوئے جاتے ہیں
کیوں نہ حسنات کی بہتات نئی کی جائے

ایک عرصہ ہوا منصور چڑھا سولی پر
جان کی اب کوئی خیرات نئی کی جائے

اب تو گھر بار ہے باقی نہ ٹھکانہ کوئی
دشت میں ہی گزر اوقات نئی کی جائے

یہ نیا سال بھی اک تحفہ نیا مانگتا ہے
نام اس کے کوئی سوغات نئی کی جائے

ہر نیا سال سبق مجھ کو سکھائے طارق
صبح ہر روز نئی ، رات نئی کی جائے

غزل

ہوئے ہیں جنگ کے ساماں ، کہاں پائے اماں کوئی
رکھے سنبھال کر کس کی حفاظت میں یہ جاں کوئی

نہ ملتا ہے نہ ملنے کا اشارہ کوئی دیتا ہے
دیا امّید کا روشن رکھے کب تک کہاں کوئی

ہمیں معلوم ہے تیرے جہاں ہیں اور بھی لیکن
یقیں ہو کس بھروسے پر کہ ملتا ہے وہاں کوئی

اسے کیونکر ہو اندازہ ، نہ ہو اظہار جب اس سے
محبّت کتنی رکھتا ہے ، یہاں دل میں نہاں کوئی

کہاں تک جھوٹ کے پیچھے چھپیں گی ، ظلمتیں شب بھر
چڑھا سورج تو کر دے گا صداقت سب عیاں کوئی

مجھے حیرت ہے کیونکر وہ سمجھ پاتا نہیں اتنا
چلاتا ہے کوئی چلتا ہے تب کون و مکاں کوئی

وہ مالک ہے ، جہاں میں ہر طرف کرسی اسی کی ہے
محیط اِس پر ہے ، اُس پر تو نہیں قیدِ زماں کوئی

تمھیں ادراک ہو طارق اگر اس کی بڑائی کا
سنائی نعرۂ تکبیر دے ، جیسے اذاں کوئی

....

غزل

شعر اپنے ہیں ، بزمِ ادب کے لیے
ہر طرف تا جلیں چاہتوں کے دیے

سب کو اردو زباں ہے بہت محترم
جس میں آداب و تسلیم کے قافیے

کیسے دیکھیں گے چپ چاپ اس پر ستم
اس کے دکھ درد سب نام اپنے کیے

آپ بھی اس کی تعریف کر دیجئے
کیسے بیٹھے رہیں گے یہاں لب سئے

سارے عالم میں پھولے پھلے ہے دعا
عمر پائے یہ لمبی ، ہمیشہ جیے

ہم نے طارق اسے ، اس نے ہم کو ہے دی
ایسی پہچان ، مدہوش ہیں بن پیے

....

قطعہ

گھر کے سب کھڑکیاں دروازے کُھلے رکھے ہیں
منتظر ہوں ، کسی دیوار پہ لکھا بھی نہیں

منتظر رہتا ہے دل میں ہی تمہارے جو وجود
تُم نے اس ذات کو در کھول کے دیکھا بھی نہیں

....

قطعہ

نسل اگلی کے لوگ ہیں ہم تو
ہم نے اقدار اور سیکھی ہیں

گر بلایا کسی نے پیار کے ساتھ
اپنی سانسیں بھی اس کو دے دی ہیں

....

قطعہ

ہر طرف آگ کے شعلے ہیں شجر جلتا ہے
تمُ پرندے ہو تو اُڑ کر بھی تو جا سکتے ہو

ہم نے پھل کھائے ہیں ، پتّے بھی کئے آلودہ
چھوڑ جائیں گے اسے ، سوچ بھی کیا سکتے ہو

....

قطعہ

سامنے بندۂ رحمان کے آئے شیطاں
اُس سے ڈرتا نہیں انسان جو اہلِ سلطاں

دینِ ملاّ سے تو پرہیز اُسے واجب ہے
چاہتا ہے جو ہمیشہ رہے اہلِ ایماں

••••••••

قطعہ

لوگ کہتے ہیں مجھے عشق ہوا ہے اس سے
میں سمجھتا ہوں عطا کردی مجھے اس نے حیات

اس کی تخلیق ہوں میں جانے ہے رگ رگ میری
کوئی اس جیسا نہیں سب سے حسیں تر ہے وہ ذات

••••••••

قطعہ

جانے کب ہو گئی لاحق ہمیں بیماریٔ عشق
دیکھنے والے کہیں ، اُس کا جمال اچھا ہے

وہ جو پل پل ہمیں دیتا ہے دعائیں طارق
اس کے آ جانے سے بیماری کا حال اچھا ہے

....

یومِ اساتذہ کے موقعہ پر قطعہ

ہے کون علم سیکھ کے برباد ہو گیا
ہاں جا کے مدرسے میں جو آباد ہو گیا

کرتا ہوں احترام رکھوں پاس ہر گھڑی
جب سے کہ فون ہے مرا استاد ہو گیا

••••••••

قطعہ

یہ رمزِ ہستی سمجھ میں نہ جب تلک آئے
ہو ظرف تنگ تو ، پیمانہ پھر چھلک آئے

ہوئی ہے خشک زمیں، آفتاب جلتا ہے
ہے انتظار لئے ابر ، اب فلک آئے

••••••••

قطعہ

چند گھڑیاں تھیں عیش و عشرت کی
لے گئیں چین جو ترے من کا

بھول بیٹھا تھا تُو جوانی میں
ہے بڑھاپا بھی حصّہ جیون کا

••••••••

وا ، اس طرح سے جلسہ ، آغوش کر رہا ہے

وا ، اس طرح سے جلسہ ، آغوش کر رہا ہے
ہم کاش اُڑ کے جائیں ، پُر جوش کر رہا ہے

ہم بھی تو اس میں ہوتے جس میکدے میں ساقی
عرفاں کی مے پلا کر ، مدہوش کر رہا ہے

حسرت ہے اب تو دل میں ہم اُس کو مل نہ پائے
اب حُسن جس کا دل کو پُر جوش کر رہا ہے

ہلچل مچی ہے دل میں ، گرچہ ضمیر اپنا
بہلاوہ دے کے خود کو ، نرِ دوش کر رہا ہے

ماحول میں فرشتے ہیں سائباں بنائے
رحمت کا نُور سایہ ، رُو پوش کر رہا ہے

تکبیر کا جو نعرہ اٹھتا ہے جلسہ گہ میں
شیطان کو یہ نعرہ ، خاموش کر رہا ہے

سالک سلوک میں یاں آگے قدم بڑھائے
ہر دم وہ معرفت کی مے نوش کر رہا ہے

پھیلے گی احمدیّت اب جلد کُل جہاں میں
ہر ملک اپنی وا اب آغوش کر رہا ہے

ہر ملک میں ندا یہ طارق ہے گونجتی اب
ہر کوئی اس کی جانب ہی گوش کر رہا ہے

مسدّس بعنوان

کچھ کہہ رہے ہیں تجھ سے یہ مینار اے خدا

"کچھ کہہ رہے ہیں تجھ سے یہ مینار اے خدا"
غیرت کا تیری کچھ تو ہو اظہار اے خدا

تیرا ہی نام لے کے ترے گھر کو توڑ دیں
تیرے نبی کے پیار کی تعلیم چھوڑ دیں
اپنی جہالتوں کا تو یہ بھانڈا پھوڑ دیں
تعلیم تیری جیسے یہ چاہیں مروڑ دیں

ان کو سبق سکھا ہیں یہ عیّار اے خدا
تجھ سے بڑا ہے کب کوئی خود دار اے خدا

رحمت وہ عالمین کی تھا ، جس کے نام پر
حیرت میں پڑ گئے سبھی اپنے مقام پر
ابلیس بھی تو شرم کرے اِن کے کام پر
مسجد گرا رہے ہیں محمّدؐ کے نام پر

ہم کر رہے ہیں تیرا انتظار اے خدا
غالب ہے تیرا مکر ، یہ مکّار اے خدا

مانا کہ تیری ذات غفور الرّحیم ہے
سب جانتے ہیں ذات تری ہی کریم ہے
شیطان تیرے گھر میں ہوا آ مقیم ہے
اب حد سے بڑھ گیا ترا دشمن لئیم ہے

باقی رہی نہ اب کوئی دیوار اے خدا
اپنا تُو بھیج لشکرِ جرّار اے خدا

جب سے کہ تیرے گھر ہوئے زخموں سے چور ہیں
کرتے تو التجائیں ترے ہی حضور ہیں
تُو ہے شکور ہم ترے بندے ضرور ہیں
کر دے معاف جو بھی ہمارے قصور ہیں

جائے صدا نہ میری یہ بیکار اے خدا
اب خود ہی دشمنوں کو تُو للکار اے خدا

"کچھ کہہ رہے ہیں تجھ سے یہ مینار اے خدا"
غیرت کا تیری کچھ تو ہو اظہار اے خدا

••••••••

نظمِ معرّیٰ

مجھ کو اس دنیا میں کچھ اور ابھی رہنا ہے
کتنے باقی ہیں ابھی کام جنہیں کرنا ہے

میرے ماں باپ کا ہے قرض مری ہستی پر
ان کی ہو جائے گی بخشش مجھے وہ دینا ہے
اپنے ماں باپ کا میں پھر بھی رہوں گا مقروض
ان کے احسانوں کا بدلہ بھلا کیسے دوں گا

اور بھی لوگ ہیں احسان ہیں جن کے مجھ پر
میرے استادوں نے جو علم دیا بانٹوں گا
اپنے بچوں کو سکھاؤں گا ، ادب وہ بھی کریں
اپنے استادوں سے سیکھیں کہ ادب شے کیا ہے
بے ادب ہو کے نصیبوں کو وہ کھو دیں نہ کہیں

با ادب ہوں گے ، مرادیں انہیں مل جائیں گی
بھائیوں ، بہنوں ، کی یادوں کا سہارا ہے مجھے
ان کی بے لوث محبّت کے رہے رنگ جُدا
ان کو شکوہ ہی رہا وقت نہ تھا میرے پاس
چند گھڑیاں تو انہیں جانے سے پہلے دے دوں

شکریہ بیوی کا بھی مجھ کو ادا کرنا ہے
عمر بھر اس نے تقاضا نہ کیا کہہ دوں میں
تُو نے جو ساتھ نبھایا ہے مرا صبر کے ساتھ
میں نے جو کچھ بھی کہا ، مانا ، مجھے پیار دیا
مجھ پہ ہر رشتے کو قربان کیا مان دیا
عمر بھر میں تجھے اتنا بھی کبھی کہہ نہ سکا
تُو مجھے جان سے پیاری ہے مری جانِ وفا

اپنے بچوں سے مجھے پیار نہ ہو گا کیونکر
وہ مری جان ہیں اور جان و جگر سے بڑھ کر
ہاں مرے دوست انہیں کیسے بُھلا سکتا ہوں
ہے مری ذات پہ قرض ان کی محبّت کا بھی
بے غرض ان کی ہے چاہت جو رہی میرے لئے
بھول سکتا ہی نہیں ان کی وفاداری کو
میری مشکل میں مری کی ہوئی دلداری کو
الوداع ان کو بھی کہنا ذرا آسان نہیں
وہ سمجھ لیں نہ کہیں ان پہ مجھے مان نہیں

مجھ سے انجانے میں جو ظلم ہوا ، بھول ہوئی
مانگ لوں گا میں معافی سبھی ان لوگوں سے
در گزر کر دیں گے ان سے جو کہوں گا جا کر

کام اک آدھ کوئی نیکی کا کرتا جاؤں
صدقۂ جاری بنے جس کا صلہ جا کر پاؤں
بس مجھے اتنی سی مہلت جو ملے خوش ہوں میں

اک ذرا دیر مجھے اور یہاں رہنا ہے
رہ گئے جو انہیں کاموں کو ابھی کرنا ہے

اک ذرا دیر ملائک ! مجھے فرصت دے دو
تھوڑی سی دیر فرشتو ! مجھے مہلت دے دو

....

آزاد نظم

فقط ملنے نہیں آنا

کہا کس نے کسی کے بِن ہے میری زندگی مشکل

کہا کس نے گزرتی ہے مری شب جاگ کر اکثر

کہا کس نے اکیلے کاٹنے کو دوڑتا ہے گھر

کہا کس نے اداسی نے یہاں ڈالے ہیں ڈیرے اب

کہا کس نے کہ، تنہائی مرا دُکھ ہے، کوئی بانٹے

کہا کس نے بچھڑنے کا تو غم دل چیر دیتا ہے

کہ تنہائی میں آنکھوں کو یہ بھر بھر نِیر دیتا ہے

مگر جس نے کہا سچ سچ کہا اُس نے حقیقت ہے

کہ اب اس عمر میں رہنا اکیلے، مار دیتا ہے

مرے بچو!

مجھے اس عمر میں تنہا نہ رہنے کے لئے چھوڑو
بھرے گھر میں مجھے ایسے اکیلا چھوڑ مت دینا
فقط ملنے نہیں آنا، مرے تم ساتھ ہی رہنا

تمہیں دیکھوں گا تو ہر پل مجھے جتنی خوشی ہو گی
مری ہر سانس میں داخل نئی اک زندگی ہو گی
مجھے تم چھوڑ مت جانا
مری جو زندگی باقی ہے مجھ سے چھین مت لینا
نصیحت ہے مری سمجھو تو مجھ سے در گزر کرنا
سمجھ کر باپ کی درخواست یہ برداشت کر لینا

اگر کچھ کہہ دیا میں نے
کہیں غصّے بھرے لہجے میں

تم سے بات کر دی ہو
بتایا کیا ہے بہتر اور نہیں بہتر جو کیا ہے وہ
تمہاری ہی محبت میں کہا جو بھی کہا میں نے
اسے تم دل پہ مت لینا
دعائیں بھی بہت رو رو کے
کیں میں نے
اگر تم جاننا چاہو
مگر تم میری ساری گفتگو کو بھول جانا
اور کہنا یہ کہ
ہم کو پیار ہے تم سے
تمہارے ساتھ ہی رہنا ہے ہم سب نے
ہمیشہ ہی۔۔۔

••••••••

غزل

فلسطیں کی بستی پہ بمباریاں
انہیں چاہئیں جبکہ ، دلدار یاں

ہیں دنیا میں جو بھی تبہ کاریاں
یہ دجاؔل ہی کی ہیں عیاّریاں

حفاظت کریں اپنے گھر کی اگر
کہیں ان کو کرتے ہیں غدّاریاں

عجب مخمصے میں ہے دنیا پڑی
نبھائیں وہ کس سے وفاداریاں

عرب قوم پر کیا کریں انحصار
سنبھالیں گے کیا وہ سپہ داریاں

یہاں ظلم پر بھی نہ ہو احتجاج
ہوئے ہیں ضمیر ان کے مردار یاں

نہیں کوئی امکان انصاف کا
لہو روز بہتا ہے معصوم یاں

پکڑ لے خدا ہی شریروں کو اب
دعا سب کریں مل کے قدّوسیاں

....

فلسطینی لہو اتنا ہے ارزاں...

مسلمانوں کو کیا یہ ہو گیا ہے
ضمیر ان کا کہاں پر سو گیا ہے

نہیں کانوں پہ جوں تک رینگتی اب
مسلماں اپنی غیرت کھو گیا ہے

فلسطینی لہو اتنا ہے ارزاں
کسی کو کیا ، بہایا جو گیا ہے

نصیبوں پر جو بمباری ہوئی ہے
بجا ، قسمت کو اپنی ، رو گیا ہے

نہایا خون میں بوڑھا مریض اب
دوا لینے کو گھر سے تو گیا ہے

بہا معصوم بچوں کا لہو جو
گناہوں کو وہ کس کے ، دھو گیا ہے

ہیں بکھریں ہر طرف معصوم لاشیں
یہ نظّارہ تو نفرت ، بو گیا ہے

بندھائیں باپ کی ڈھارس بھلا کیا
وہ خوش ہے ، بیٹا جنّت کو گیا ہے

ترقّی حضرتِ انساں کی دیکھو
دلوں کے بوجھ سارے ڈھو گیا ہے

اب دوش ہو دیتے کیوں کو طارق بھلا
ہے گیا دو اک تو لفظ کر کہہ وہ

••••••••

صدائے فلسطین۔۔۔

تمام عمر نبھاتے قرار گزری ہے
اگرچہ سر پہ قیامت ہزار گزری ہے

نہ سرو قد ہے نہ گیسو دراز ہیں اس کے
بنا کے دل میں مگر رہ گزار گزری ہے

حسیں وہ صورتِ گلزار بھی نہیں لیکن
چمن میں عرصہ ہوا کب بہار گزری ہے؟

حسین عارض و رخسار سے نہ حسن اس کا
شباب اپنا وہ کب سے گزار گزری ہے

جھلک دکھائے تو ہے فصلِ گل ثمر آور
خزاں ہی سامنے سے بار بار گزری ہے

میں سنگ دل اسے کہتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
بہار اب کے بھی تو اشکبار گزری ہے

غرض ہے موسموں سے اب نہ سائباں کی تلاش
یہ چیخ دل کے مرے آر پار گزری ہے

تُو میرا درد سمجھ داد ہی نہ دے کہہ کر
نظر سے میری غزل شاہکار گزری ہے

ہیں طارق آج بھی انساں کہیں انہیں ڈھونڈو
صدائے امن ، سماعت سے یار گزری ہے

ایک فلسطینی کی زبان سے۔۔۔

کہا تھا کس نے کہ خواب دیکھوں
یوں گھر میں اترے عذاب دیکھوں

میں ماؤں بہنوں کو بیٹیوں کو
سڑک پہ یوں بے نقاب دیکھوں

لہو میں لت پت ہزاروں لاشیں
نہیں ہے جن کا حساب دیکھوں

لگی ہوئی آگ ہے گھروں کو
ہوا کی شدّت ، عتاب دیکھوں

یہ بستی نبیوں کی سرزمیں ہے
کہاں ہیں اہلِ کتاب دیکھوں

ہے بربریّت کا رقص جاری
کہ خوں بنا ہے شراب دیکھوں

ہیں دیکھتے سب یونہی تماشا
کب آئے یومِ حساب دیکھوں

اب اور کیا دیکھنا ہے طارقؔ
دلوں میں جو انقلاب دیکھوں

....

ایک فلسطینی کی زبان سے

چھینے جو گھر ترا کوئی ، گھٹ جائے گا نہ دل؟
اپنے حقوق کے لیے ، ڈٹ جائے گا نہ دل ؟

سُن کر کسی سے حال جو بھیگی ہے تیری آنکھ
سُن کر مری زبان سے ، پھٹ جائے گا نہ دل

تجھ کو کہاں ہے حوصلہ دیکھے یہ ظلم تُو
بچوں کی لاشیں دیکھ کے کٹ جائے گا نہ دل

اپنا وطن جو چاہیئے واپس ، تو جان دیں
آخر مطالبے سے یہ ، ہٹ جائے گا نہ دل؟

پھٹ جائے گا کلیجہ ہیں آنکھیں جو اشک بار
پر غم کے بوجھ سے یونہی چھٹ جائے گا نہ دل

میں مانتا ہوں ظلم ہو دونوں طرف سے جب
پھر تو نہیں بعید کہ ، بٹ جائے گا نہ دل

طارق کلیجہ پھٹتا ہے سن کر یہ واقعات
چھینٹوں سے خون کے ترا ، اٹ جائے گا نہ دل ؟

....

ایک فلسطینی کی آواز

رشتہ ہے خدا سے تو نظر کیوں نہیں آتا
قابُو میں یہ شیطاں کا شرر کیوں نہیں آتا

تقدیر میں لکھا ہی اگر ہو کے رہے گا
پھر صبر سے جینے کا ہنر کیوں نہیں آتا

معصوموں کا خوں روز بہاتے ہیں درندے
اب ختم یہ ہونے کو سفر کیوں نہیں آتا

ظالم کو کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے وہ
مظلوموں کی آہوں میں اثر کیوں نہیں آتا

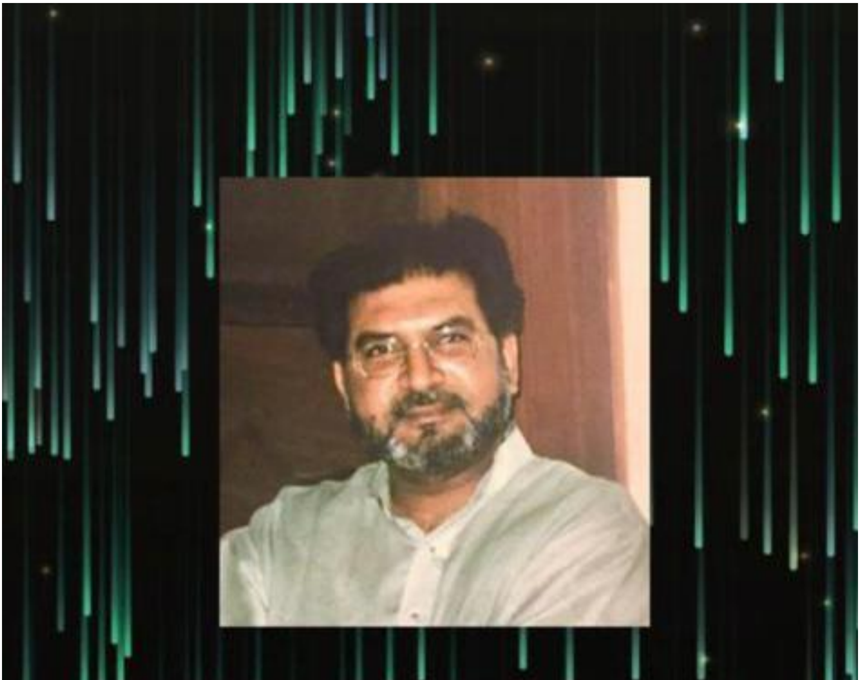
تصویر کے رنگوں میں ہے سرخی تو نمایاں
ہے تِیرہ شبی ، وقتِ سحر کیوں نہیں آتا

اک حشر کا ساماں ہے ، مگر حشر نہیں ہے
دینے کو مدد کوئی بشر کیوں نہیں آتا

ہر روز ہی جلتے ہیں مرے کوچے ، مرے لوگ
حیرت ہے یہ دنیا کو نظر کیوں نہیں آتا

مضطر کی خدا سنتا ہے طارق ، مرے دل کو
چاہوں کہ قرار آئے مگر کیوں نہیں آتا

....



ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چندماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ اس سے قبل ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ گویا 2۔ چاکِ دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، ہم دم، ہمدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ چشمِ من روشن (?) 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت 11۔ ایک اور ایک گیارہ